اظہر حسن زیدی کی چند تقاریر

از صفدر حسین ڈوگر
راولپنڈی

انتساب

حضرت زید شہیدؑ کے نام

جن کی سنت ادا کرتے ہوئے حضرت خطیب آل محمد
مولانا سید اظہر حسن زیدی اس مصلوب ماحول میں وقت گزار
کر اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں تشریف لے گئے۔
میں اس کتاب کا ثواب ان کے درجات کی بلندی کے
لئے ان کی روح کی نذر کرتا ہوں۔

شاعر آل عمرانؑ صفدر حسین ڈوگر
سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
11 دسمبر 1997ء

Nazar Abbas

منفرد خطیب

لاہور کے روزمرہ اور شہر کے مذہبی اور اجتماعی حلقوں میں " زیدی صاحب " سے مولانا اظہر حسن صاحب ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ یہ کمال محبت کی دلیل اور کمال شہرت کا ثبوت نصف صدی سے وہ پنجاب میں دین کی خدمت کر رہے ہیں اور متحدہ ہندوستان کے ان صاحبان منبر میں شمار ہوتے ہیں جن کی تقریر ہمیشہ لاجواب مانی جاتی رہی۔ پاکستان میں وہ طرز خاص کے موجد اور نفیس ترین انداز کے خطیب ہیں ان کا رنگ ڈھنگ سب سے جدا اور ان کا اسلوب بیان سب سے الگ ہے خطابت ان کو وہبی طور پہ ملی ہے۔ فطری طور پر وہ خطیب ہیں۔ ان کا لہجہ، ان کی آواز، ان کا تخاطب ان کی زبان کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ وہ اسٹیج پر لفظوں سے جادو کرتے ہیں۔ وہ منبر پر فقروں سے گلدستے پیش کرتے ہیں۔ وہ سبک روی میں گل پاشی اور ٹھہر ٹھہر کر عطر و گلاب کی بارش کرتے ہیں۔ زبان پر ا نہیں وہ قدرت ہے کہ بڑے بڑے ادیب دنگ رہ جاتے ہیں

وہ ـــــــ بات سے بات نکالتے ہیں تو صاحبان ذوق پھڑک جاتے ہیں اور فقرے پر فقرے کہتے ہیں تو سونے والے جاگ جاتے ہیں۔ مجمع کیسا ہی ہو وہ سننے والوں کو اپنے ساتھ کر لیتے ہیں جوش کو ٹھنڈا کرنا، جمود کو توڑنا، خاموشی کو درود وسلام، داد و نعرے میں بدلنا۔ اور نعروں کو آہوں میں ڈھالنا سب نے دیکھا ہے۔ ان کے یہ

کمالات فن دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کوئی دوسرا خطیب وادیب، مقرر و ذاکر محنت و کوشش کے باوجود اس سادگی و آسانی سے اس مشکل سے عہدہ برآ نہیں ہوسکا۔

بلبل بوستان آل عبا، شیریں دہن، شیریں بیان، سادہ زبان اور رسیلی آواز سے جب گفتگو شروع کرتے ہیں تو دوستوں کا کیا ذکر دشمن بھی گوش برآواز ہو جاتے ہیں۔ جب وہ نکتے، فضائل کے رستے، مطالب کے گوشے نکالتے اور مجمع کو لطیف ترین پیرایے میں بات سمجھاتے ہیں تو جاہل و عالم، ذہین (زیرک و نکتہ شناس) دانا اور نادان سب کو لطف آتا ہے، سب داد دیتے ہیں، سب اپنے اپنے ذوق اور رسائی کے مطابق ان کی بات سمجھ جاتے ہیں۔ جیسے غالب کا شعر یا انیس کی بیت ہو۔

خطیب آل محمدؐ، اردو میں خطبہ پڑھتے ہیں۔ آیت کے ترجمے سے کلام کا آغاز کرتے ہیں۔ اجنبی محسوس کرتا ہے کہ مولانا عربی نہیں جانتے آہستہ آہستہ جب وہ تفسیر و کلام، مناظرہ و تاریخ کی مشکلات سے گذرنا شروع کرتے ہیں تو بڑے سے بڑے عالم حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ شخص کس قدر صاحب نظر، وسیع المطالعہ اور عالم و فاضل ہے۔ انہوں نے شروع شروع میں مدرسہ میں پڑھا ہے اور بنیادی علوم اسلامیہ سمجھ کر نکلے۔ حافظہ بلا کا ہے اور اب تک مسائل یاد ہیں۔ لیکن افتاد طبع کے ہاتھوں اظہار و مبالغہ سے بچے اور مولانا اظہر حسن صاحب قبلہ سے زیدی صاحب بننے کو ترجیح دی خوش باشی اور بے تکلفی نے انہیں ہر ایک گروہ میں داخل کر دیا، ہر طبقے کے افراد انہیں اپنا سمجھتے اور وہ بھی سب کو اپنا جانتے ہیں۔ اسی بنا پر انکی

شہرت میں محبوبیت اور انکی محبوبیت میں شہرت کی آمیزش ہے۔

جناب مولانا اظہر حسن صاحب زیدی۔ ایک خوش حال زمیندار، باعزت خاندان سادات کے فرزند ہیں۔ ان کے مزاج میں بے نیازی، ان کے طور طریقوں میں خودداری، ان کے لباس میں نفاست، ان کی معاشرت میں خوش باشی اور ان کے اخلاق میں دلکشی ہے۔ وہ ایک مدت دراز سے مریض ہیں مگر مرض ان کی شگفتگی اور مسکراہٹ کو ختم کرنے سے عاجز آچکا ہے۔ انہیں ایک حکمران نے کچل دینے کی تدبیر کی، جیسے کسی زمانے میں خانخانان کو ہاتھی کے پیروں تلے ڈلوانے کی سعی کی جاتی تھی، آمرانہ نظام اور دین دشمن حکمران کے دور میں علماء نے کہا کہ چاند نہیں ہوا کل عید نہیں ہے اور وقت کے فرمانروا کے ماتھے پر شکن آگئی۔ مولانا اظہر حسن صاحب زیدی ظلم کی ٹکر سے چور چور ہو گئے مگر دشمن انہیں مار نہ سکا، وہ زندہ ہیں۔ اور زندگی سے برسر پیکار ہیں۔

وہ دشمن پر اپنے طنز کے تیر و خنجر سے حملے کرتے ہیں۔ اور دوستوں کو گل کے تحفے اور بلبل کے چہچہے پیش کرتے رہتے ہیں۔ ایک مدت سے امراض اور ایکسیڈنٹ کی تکلیفوں نے نڈھال کر رکھا ہے۔ سننے کی قوت ختم ہے اور دیر تک بولنے کی عادت بھی نہیں رہی ہے۔ اس کے باوجود جب وہ بالائے منبر آتے اور تقریر شروع کرتے ہیں تو انداز سخن وہی، رنگ بیان وہی۔ تخاطب کی مقناطیسی کیفیت اور طبعیت کی نکتہ آفرینی وہی ہے۔

خوشی ہے کہ جناب مولانا الحاج سید اظہر حسن صاحب زیدی کی تقریریں ضبط تحریر میں آچکی ہیں۔ ان کی محبت کے اسیر اور ان کے فن کے

نہ ہر ذاتی احباب ان کی مجلسوں کو بڑے اہتمام سے چھاپ رہے ہیں اور اس قابل صد تحسین منصوبے اور عمل پیران دوستوں کو آفرین دی جا رہی ہے ۔ اس مجموعۂ تقاریر سے اہل علم و ادب کو مولانا زیدی صاحب کے فن اور انکی شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی ۔

مولانا زیدی صاحب زندگی کا مقصد اشاعت فضائل و مصائب اہلبیت بنا چکے ہیں ۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے پرستاروں نے ان مجلسوں کو فضا سے کتاب اور گوش سے ہوش تک منتقل کرنے کا عمل انجام دے کر بڑی خدمت دین کی ہے ۔

اللہ ۔ جناب زیدی صاحب کو صحت و قوت و توفیق مزید عطا فرمائے اور حضور محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام سے ان کی حمایت دین کی سعی کو سند قبول عطا ہو ۔ اور ناشرین کو علم و عمل و تبلیغ دین کی توفیق ملے ۔

کربلا کے شہید اور امام حسین علیہ السلام ، حضرت زینب سلام اللہ علیہا ۔ اور حضرت عباس علیہ السلام کے خدمت گذار اپنی اس کوشش کو بطور شرف و انجام فرض مومنین کی خدمت میں پیش کرتے اور بہترین دعاؤں کے متمنی ہیں ۔

نیاز کیش

(مولانا) سید مرتضیٰ حسین صدر الا فاضل ۔

۱۵ ۔ مغل پورہ ۔ لاہور

آغا شورش کاشمیری
(مرحوم)

داستانِ کربلا کے مصوّر

مولانا سید اظہر حسن زیدی

سید اظہر حسن زیدی بفضلِ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ خدا اُنہیں تا دیر سلامت رکھے۔ شاید اب وہ ذاکری کے چمنستان کا آخری بُلبل ہیں وہ الفاظ کی انگوٹھیوں میں مطالب کے نگینے جڑتے ہیں۔ اُن کا اسلوب ادیب کا ـــــ لہجہ ذاکر کا اور اُڑان شاعر کی ہے ـــــ شاعر ہوتے تو میر انیس ہوتے اور انیس خطیب ہوتا تو زیدی ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے جملے گویا سبدِ گفتار میں کلیاں رکھی ہیں۔

انہیں پہلی دفعہ استقبالِ محرم کے جلسہ میں سُنا تو عجیب عالم تھا۔ شیعہ بھائی تو اشکبار تھے اور اُن کی آہیں عرش کے دل میں کھُب رہی تھیں لیکن حنفی العقیدہ بھی آنسوؤں کا جھالا بنے ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا اظہر حسن زیدی نے ہمیں تاریخ کی سڑک پر ڈال دیا ہے اور ہم یکا یک کربلا کے ریگزارے میں پہنچ گئے ہیں اور کربلا نے اپنے لیل و نہار کی نقاب اُلٹ کر شہادت کے لمحوں میں پہنچا دیا ہے۔

وہ سامنے حسینؑ اور اُن کے خیمے ہیں

اِدھر فرات کی نہر اور اس پر عمر بن سعد کی فوج کا پہرہ ہے اُدھر باطل کا ہاتھ حق کے گریبان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ قاسمؑ وارسہ رہا ہے ـــــ اصغرؑ کے ننھے گلے میں تیر پیوست ہیں ـــــ عباسؑ کا سینہ یزیدی قصابوں کا کندہ ہے۔

ایکا ایکی حسینؑ بڑھتے اور شقی القلب اُنہیں مجروح کر کے زمین پر گرا دیتے ہیں اُن کی گردن کاٹ کے نیزے کو سجاتے پھر جلوس بنا کر شام کی جانب روانہ ہوتے ہیں اور

وہ خاندانِ رسالتؐ کی کونپلیں قیدی ہو کر بے کجاوہ اونٹوں پر جا رہی ہیں

اَظہر حسن زیدی اہل بیتؑ کے خطیب ہی نہیں سانحۂ کربلا کے مصور بھی ہیں۔ غالب خلد آشیانی نے انہیں سے متعلق کہا تھا ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

۲۷ رجب کو امام حسینؑ کے پاس مسجد میں یہ اطلاع آئی ہے کہ ولید نے آپ کو دربار میں بلایا ہے۔ نماز سے فراغت پاکر آپ گھر میں تشریف لاتے ہیں۔

یہاں سے چند جملے اطہر حسن صاحب کے آپ ملاحظہ فرمائیں ———

" حسینؑ گھر میں آئے، زینبؑ نے دسترخوان چنا گھر کے تمام افراد جمع ہوئے، کھانا شروع ہوا کھانے کے بعد سب اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے لیکن زینبؑ نے محسوس کیا کہ بھائی آج بہت خاموش ہے، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ بھائی نے صحن خانہ سے بہن کو آواز دی کہ زینبؑ ذرا میرا لباس لاؤ میں باہر جانا چاہتا ہوں، زینبؑ لباس لے کر آئیں، لیکن حیران تھیں کہ "کیا بھیا اکیلے کہیں جائیں گے"

یکبارگی آواز دی ——— عونؑ و محمدؑ اپنے حجروں سے باہر آؤ ——— ماں کی پہلی آواز پر بیٹے باہر آئے ——— دیکھو! ماموں جان کہیں جارہے ہیں، باادب پیچھے پیچھے غلاموں کی طرح جاؤ لیکن یاد رکھنا ——— میرا بھائی جہاں بھی جا رہا ہے اگر وہاں کوئی شخص میرے بھائی کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی دیکھے تو اس کے چہرے پر آنکھیں نہ رہیں اور اگر کسی کا ہاتھ میرے بھائی کی طرف بڑھے تو اس کے جسم پر ہاتھ نہ رہیں۔ زینبؑ کی آواز اُم فروہ کے کان میں پہونچی، بیٹے کو آواز دی، قاسمؑ ——— ! دیکھو ——— چچا کہیں جارہے ہیں، شہزادی اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ بھیج رہی ہیں تم بھی تیغ کے قبضے پہ ہاتھ رکھو اور چچا کے ساتھ جاؤ ——— یہ آوازیں ام لیلےٰ نے بھی سنیں، بیٹے کے پاس آئیں کہا میرے لال علی اکبرؑ ——— اُٹھو بیٹا کمر کسو ——— باپ کہیں جارہا ہے، بابا کے ساتھ جاؤ۔ زوجہ عباسؑ نے یہ سارا منظر دیکھا بے اختیار اپنے حجرے کی طرف بڑھیں جہاں عباسؑ آرام کر رہے تھے ——— چھوٹا بیٹا عباسؑ کے سینے پر کھیل رہا تھا (عباسؑ کا حجرہ دروازے سے قریب تھا جہاں تک صحن خانہ کی آوازیں نہیں پہنچ رہی تھیں) زوجہ عباسؑ نے دوڑ کر اپنے چھوٹے بیٹے کو عباسؑ کے سینے سے کھینچ لیا اور کہا ——— تم یہاں آرام

ملت جعفریہ کے افراد کا ذہن خالص ناقدانہ ہو جاتا ہے اور باطل کی تحریر و تقریر کے فریب میں کسی صورت نہیں آتے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ عقائد اس قدر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ کہ ملت جعفریہ کے افراد سے عقائد پر گفتگو کرنا دوسری قوم کے افراد کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اُردو بولنے والے ہر قوم کے افراد کے مقابلے میں ملت جعفریہ کے افراد زبان و بیان کے اصولوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ادب اور شاعری کا ذوق بھی انہیں ہمیں سے حاصل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ہر دور میں نئے نئے خطیب اپنی خطابت کی تعمیر بھی اپنے بزرگ خطیبوں کی خطابت سے متاثر ہو کر کرتے ہیں۔

میں نے لکھنؤ سے کراچی تک بلا مبالغہ ہزاروں مجلسوں میں شرکت کی اور ہندوستان و پاکستان کے مشہور ذاکروں کی سینکڑوں تقاریر سنی ہیں ان کے شگفتہ طرز بیان کی یادوں پر نقش ہو گئی ہے۔ اب میں اپنے پسندیدہ خطیب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہیں:-

"مَولَانَا سَیّد اَظہر حَسَن زیدی"

مولانا اظہر حسن صاحب زیدی کے چار پانچ عشرے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے علاوہ چند متفرق مجلسیں بھی سنی ہیں۔ مجھے ان کا بیان پسند ہے، اُن کا بیان نہایت سادہ اور پُر اثر ہوتا ہے۔ اظہر حسن صاحب نے خطابت میں چونکہ ادبیت کو شامل کر دیا ہے اس لئے ہر چھوٹے بڑے کے دل پر یکساں اثر ہوتا ہے۔ تقریر میں اس قدر ٹھہراؤ ہے کہ پوری تقریر ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں محفوظ ہو جاتی ہے انہوں نے مرثیوں کے مطالعے سے بہت فائدہ اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مصائب کے طرز ادا میں ایک ادبی وقار قائم ہے، وہی روایات وہی واقعات لیکن طرز ادا میں شعریت کی چاشنی سے نکھار پیدا کرتے ہیں مصائب کا ایک نمونہ دیکھئے۔

خطابت کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ مجھے حیرت ہے کہ فن خطابت پر آج تک کسی ادیب یا خطیب نے قلم کیوں نہیں اٹھایا جب کہ خطابت کے اثرات اور افادیت سے کسی کو انکار نہیں، فن خطابت نے برصغیر ہند و پاک میں ہماری ثقافت اور ہمارے ادب کو بہت کچھ دیا ہے۔ اُردو زبان کی ترویج اور تہذیبی تطہیر میں نمایاں حصہ لیا ہے اس کے باوجود ہمارے خطیبوں کا نام گوشۂ گمنامی میں چلا گیا اور آج دُنیا انہیں بھول گئی اس کی واحد وجہ صرف یہ ہے کہ خطیبوں کی زندگی ہی تک ان کی تقریروں کی زندگی رہی، اگر ان کی تقریروں کو محفوظ کر لیا جاتا اور ان پر تحقیقی مقالے لکھے جاتے تو شاید دنیائے ادب و مذہب میں مرثیہ نگاری کی طرح یہ بھی ادب کی ایک اہم صنف ہوتی۔ چند خطیبوں کے مسودے اکثر و بیشتر چھپے لیکن انہیں نقد و تبصرہ کی میزان میں کبھی نہ تولا جا سکا کیونکہ عقیدے کا مسئلہ ہمیشہ سامنے آگیا جس طرح مرثیہ پر تنقید و تبصرے کی عام اجازت ہے اسی طرح اگر "فن خطابت" کو بھی اسی معیار پر پرکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ادب نثر کی ایک بہترین صنف گوشۂ گمنامی میں پڑی رہے۔

تنلو سال کے عرصے میں "فن خطابت" کا جو ڈھانچہ تیار ہوا ہے اسے چند لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ فن خطابت کے ماہرین اپنی تقریر کا آغاز خطبے سے کرتے ہیں اور خطبے کے خاتمے پر قرآن کی کسی آیت یا ختمی مرتبت کی کسی حدیث کو سرنامۂ کلام بناتے ہیں اور اسی کی روشنی میں مضامین بیان کرتے ہیں۔ ابتداء میں ذکر فضائل اہلبیتؑ اور آخر میں مصائب اہلِ بیتؑ کا بیان ہوتا ہے۔ ذکر حسینؑ کے فیض سے فن خطابت نے اپنی ارتقائی منزلیں بتدریج خوبصورتی کے ساتھ طے کی ہیں خطابت کا سب سے بڑا فائدہ ملت جعفریہ کو یہ پہنچا کہ اس ملت کے افراد بچپن ہی سے دوسری اقوام کے مقابلے میں بہت زیادہ معلومات کا ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کے ماضی سے ان کا رشتہ مسلسل ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ

خطیب

اور فنِ خطابت

سیدہ ضمیر اختر نقوی کراچی

ملت جعفریہ کے سینکڑوں افراد نے اپنی حیات فنِ خطابت پہ صرف کی اور نہ معلوم کتنی زحمتوں کے بعد خطیب اور ذاکر کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن آج دنیا ان کے نام تک نہیں جانتی ۔شعرائے مرثیہ گو پر ہزاروں مضامین اور کتابیں لکھی گئی ہیں مگر مقررین و ذاکرین ہمیشہ گوشۂ گمنامی میں رہے ان پر کوئی تحقیقی کتاب تو مشکل امر تھا آج تک کوئی معلوماتی مضمون بھی کسی نے نہیں لکھا۔ مرثیہ نگاروں کے ہزاروں اشعار لوگوں کو یاد ہیں لیکن مشہور مقررین کے پُر اثر اور شگفتہ جملوں سے علم وادب کے شائقین بھی اب تک بے خبر ہیں ۔خاص طور سے نئی نسل تو قدیم ذاکرین کے نام تک سے واقف نہیں ہے ۔مقررین پر تحقیقی کتاب لکھنا کسی قدر آسان ہے اس لئے کہ اب تک ہر دَور میں مقررین کی تعداد شعراء کے مقابلے میں ہمیشہ کم رہی ہے ۔فنِ خطابت فنِ شعر سے زیادہ مشکل فن ہے ۔فن خطابت ایک ایسا ملکۂ فطری ہے جو اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا نہیں ہوا کرتا ۔ایک عالم اور قابل شخص ایک اچھی تقریر کر سکتا ہے لیکن جاذبیت پیدا نہیں کر سکتا۔

پاکستان میں فن خطابت سیکھنے کے لئے کوئی کالج یا اسکول یا مدرسہ اب تک نہ بن سکتا اس لئے نئے مقررین کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ذاکروں کے اصول

کر رہے ہو اور آقا کہیں جا رہے ہیں، ساتھ میں عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ بھی جانے کو تیار ہیں۔

عباسؑ نے تلوار اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے حجرے سے باہر آئے کہ ابھی چند لمحوں پہلے کھانے کے وقت میرے آقا نے اپنے ارادے کا اظہار نہیں کیا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں اپنی کمر سے تلوار کھول دیتا ــــ محلہ بنی ہاشم کی گلی میں یہ جوانانِ بنی ہاشم حسینؑ کو تلواروں کے سائے میں لئے ہوئے باہر آئے۔ مدینے والوں نے بنی ہاشم کے اس جلوس کو حیرت سے دیکھا ــــ مدینے والو ــــ دل بھر کر دیکھ لو ــــ یہ مدینے میں بنی ہاشم کا آخری جلوس ہے"ــــ

خُلقِ عظیم

عنوان

خُلقِ عظیم

کتاب و کرسی و عرش و سراج و لوح و قلم
یہ سب جمالِ محمدؐ کے استعارے ہیں

افسرؔ عباس زیدی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے
تاکہ تمہارے اخلاق کی تکمیل کر دوں

اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیۡم

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ نے پوری نوع انسانی کو راہ ہدایت دکھائی اور انسانیت کو اس کے شرف سے بہرہ ور کیا۔ ہادی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل انسان کی گردن میں کئی جھوٹے خداؤں کی غلامی کا طوق ہوتا تھا۔ اور چار سُو ظلم و ناانصافی اور عصیاں کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے یہ ہے وہ حالات کہ یکایک غیرتِ حق کو حرکت ہوئی اور ہادی اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت اور تمام عالمین کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے وَمَا اَرسلنٰکَ اِلّا رحمۃ اللعالمین حضورؐ نے اپنی پاکیزہ اور ارفع تعلیمات کے ذریعے زندگی کا نیا تصور پیش کیا اللہ کی واحدانیت اور انسان کی برابری کی تعلیم دی قبائلی نسبی اور خاندانی بڑائی کے انسانیت کُش نظریے بیخ و بن سے اکھاڑ کر عظمت اور بڑائی کی بنیاد اچھے اعمال اور اچھے اخلاق پر رکھی اور ظلم و ناانصافی کی ہر شکل کو ممنوع قرار دیا ـــــ آپؐ کے اثر انگیز ارشادات اور حیات افروز واعظ کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ صدیوں کے دشمن بھائی بھائی بن گئے اور غریبوں کمزوروں اور زیردستوں کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار ٹوٹ گئی ـــــ زخمی اور غلام روحوں کو عظمت اور مسرت کے نئے افق نظر آئے

عالم و جابر حکمرانوں کا تسلط ختم ہونے پر انسانی ذات اور شخصیت کو نشو و نما کے نئے مواقع اور اسباب میسر آئے ـــــ جہالت کی جگہ علم و عرفان نے لی اور افلاس و محکومی کے بدلے غنا اور آزادی کی روشنی پھیلنے لگی ۔

ہادیٔ اعظم کی تعلیم نے پوری انسانیت کا رخ بدل دیا اور کرۂ ارضی پر حریت و مساوات کا نیا سورج طلوع ہوا۔ کالے گورے اور عربی و عجمی کی تفریق ختم ہو کر اقوام و ملل اخوت اور وحدت کے روح پرور رشتے میں منسلک ہو گئیں ـــــ سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حُسنِ اخلاق کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام اہلِ عرب عش عش کر اُٹھے اور آپ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو گئے جن میں اپنے پرائے اور دوست دشمن سب ہی شامل تھے ـــــ اس ضمن میں ایک مشہور واقعہ پیش کرتا چلوں ـــــ

جب نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو مکے کے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے ـــــ آپ جب بازاروں اور گلیوں سے گزرتے تو آپؐ پر پتھر مارتے اور کوڑا کرکٹ پھینک دیتے ۔ ایک بوڑھی عورت کا یہ معمول تھا کہ جب حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر کے نیچے سے گزرتے تو وہ آپ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتی ۔ آپ نگاہ اُٹھا کر دیکھتے اور مسکراتے ہوئے سر اور کپڑے جھاڑ لیتے ـــــ ایک دفعہ آپ اس بوڑھی عورت کے گھر کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ اس دن کوڑا کرکٹ آپ پر نہ پھینکا گیا ۔ آپؐ حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ ضرور کوئی وجہ ہے کہ آج اُس بوڑھی عورت نے کوڑا نہیں پھینکا ۔ آپؐ نے اُس کے گھر کا رُخ کیا اور دروازہ کھٹکھٹایا ۔ اندر سے آواز آئی کون ہے ؟ آپؐ نے جواب دیا میں ہوں محمدؐ ـــــ اُس نے اندر آنے کی اجازت دے دی ۔ بڑھیا کئی روز سے بیمار پڑی تھی ـــــ آپؐ نے پوچھا اے عورت کیا بات ہے ۔ اُس نے ڈرتے ہوئے کہا کہ میں کئی روز سے بیمار ہوں ۔ میرا کوئی سہارا نہیں ۔ میں نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا پیا ـــــ آپؐ نے

اس عورت کو تسلی دی اور کہا کہ تو فکر نہ کر میں تیری خدمت کروں گا ۔۔۔ آپؐ نے اُسے دوا لا کر دی ۔۔ کھانا کھلایا ۔ پانی پلایا اور اجازت لے کر چلے گئے ۔۔ اس طرح کئی روز اس کی تیمارداری کرتے رہے ۔ یہاں تک کہ وہ عورت بالکل تندرست ہوگئی اور معافی مانگنے لگی کہ وہ مجھے معاف کر دیں ۔۔ حضورؐ نے اُسے معاف کر دیا اور وہ عورت آپؐ کا حُسنِ اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی ۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس کا یہ وہ حصّہ ہے جہاں آپؐ کی زندگی تمام انبیائے کرام اور مصلحین عالم سے ممتاز نظر آتی ہے ۔۔۔ مکّے کا معلّم الاخلاق پکار کر کہتا تھا ۔۔۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (بقرہ) ۔۔۔ جو نہیں کرتے وہ کہتے کیوں ہو، حضورؐ خود اپنی تعلیم کا آپ نمونہ تھے ۔۔۔ اخلاق و عمل کا جو نکتہ آپ دوسروں کو سکھاتے تھے خود اس کا عملی پیکر بن جاتے تھے ۔۔۔

انہوں نے پوچھا ۔۔۔ تم قرآن نہیں پڑھتے ؟ ۔۔۔ آن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن ۔۔۔ آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا" ۔۔۔ موجودہ صحائف آسمانی اپنے داعیوں کے بہترین اقوال کا مجموعہ ہیں لیکن کیا ان کا ایک حرف بھی اپنے مبلغین کے عمل کا مدعی ہے ؟ ۔۔۔ قرآن مجید لاکھوں مخالفین اور اہل عناد کی بھیڑ میں اپنے داعی کی نسبت گویا ہے ۔۔۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ط (اے محمدؐ! تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو" تاریخ کہتی ہے کہ اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد پچیس برس تک آپؐ کے حرم پاک میں زوجیت سے مشرف ہوکر ہمدم و دمساز رہیں ۔ آغاز نبوت میں آپؐ کو ان الفاظ سے تسلی دیتی ہیں ۔۔۔ "ہرگز نہیں خدا کی قسم ۔ خدا آپؐ کو غمگین نہ کرے گا ۔ آپؐ رحم کرتے ہیں ۔۔ مقروض کا بار اُٹھاتے ہیں ۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں ۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ۔۔۔ حق کی حمایت کرتے ہیں ۔۔ مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں ۔۔

اُم المومنین حضرت عائشہ حضور اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ سرورِ کونین کی عادت کسی کو بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ بُرائی کے بدلے بُرائی نہ کرتے بلکہ درگزر فرماتے تھے۔ آپؐ نے کسی سے ذاتی معاملے میں کبھی انتقام نہیں لیا۔ آپؐ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپؐ نے کبھی کسی غلام لونڈی کو۔ کسی عورت کو۔ کسی خادم کو۔ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپؐ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہیں فرمائی۔ چہ جائیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔ آپؐ جب گھر تشریف لاتے تو نہایت خنداں ہنستے مسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔ رات کی تنہائیوں اور خصوصی اوقات میں اپنے دشمنوں کی اصلاح کے لئے دعائیں فرماتے۔ آپؐ نے کبھی کسی کے لئے بدُعا نہ کی۔ آپؐ حُسنِ اخلاق کے مجسم پیکر تھے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق کے وہ مایۂ ناز نمونہ چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک مشعلِ راہ رہیں گے۔ آپؐ نے ہمساؤں سے ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہمسائے کے بہت حقوق ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہمسایہ رشتے دار سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

ہمارے سرکار اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسّم عمل تھے۔ اپنا کام خود اپنے دست مبارک سے کیا کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالمؐ اپنے پھٹے پرانے کپڑے خود سی لیتے۔ بکریوں کا دودھ خود دوھ لیتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے۔ جھاڑو خود دے لیتے۔ غرض گھر کا ہر کام خود کر لیتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے ہمیشہ مساوات، بھائی چارے اور سادگی کا درس دیا۔ آپؐ نے بے جا صرف اور فضول خرچی سے منع کیا اور فرمایا میانہ روی اختیار کرو۔ حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عفو و درگزر کی تلقین فرمایا کرتے اور کہا کرتے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ دشمن کو معاف کر دے اگر کسی سے

غلطی سرزد ہو گئی ہو تو اُسے درگزر کر دے ۔۔۔ غصّے کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے ۔ جس نے اپنے غصّے پر قابو رکھا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیا ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا تھا اور یہاں تک کہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کروانے والی عورت ہندہ کو بھی معاف کر دیا ۔

تجارت میں آپؐ نے عملی طور پر حصّہ لیا اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے تجارت کے فضائل اور اصول بیان فرمائے ۔ مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ سچّا امانتدار تاجر قیامت میں انبیاء اور سچے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا ۔ آپ نے تجارت کے غلط طریقوں سے منع فرمایا ۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ۔۔۔ لعنتی ہے ۔۔۔ دوسرے مقام پر فرمایا جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے ۔۔۔ ملاوٹ کی مذمّت کرتے ہوئے کہا جس نے دھوکا دیا وہ میری اُمّت میں سے نہیں ۔

قربان جائیے اس محسنِ انسانیت اور رحمت اللعالمین کے جنہوں نے عملی طور پر مزدوری فرما کر مزدوروں کے حوصلے بلند کر دیئے اور معاشرے میں ان کو باعزت مقام دلوایا ۔۔۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں حصّہ لے کر آپؐ نے پتھر ۔ مٹی اور گارا اٹھانے والوں کی رہنمائی کی صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ پتھر حضور اکرمؐ نے اٹھائے تاکہ آنے والا مزدور آپؐ کا اُسوۂ حسنہ دیکھ کر احساس فرض کا حامل بنے ۔۔۔ آپؐ نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو ۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم کو طلب کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے ۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ۔۔۔ گہوارے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو ۔۔۔ ایک اور مقام پر تمام مسلمانوں پر علمِ دین کا طلب کرنا فرض قرار دیا ۔۔۔ آپؐ نے فرمایا میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔۔۔ تاکہ تمہارے اخلاق کو مکمل کر دوں ۔۔۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ بچوں سے پیار تھا وہ بچوں سے محبت

اور شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرماتے ۔ آپ کو بچوں سے اتنا پیار تھا کہ آپ جب کبھی بچوں کے قریب سے گزرتے تو کمال شفقت سے ان کو سلام کرنے میں پہل کرتے ۔ آپ کا ارشاد ہے کہ والدین اپنے بچوں کو جو سب سے قیمتی اور اعلیٰ تحفہ دے سکتے ہیں وہ بچوں کی اچھی تربیت اور اچھی عادتیں پیدا کرنے کا تحفہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب نہیں کرتا ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو خدا کی راہ میں خیرات کرنے کی تلقین کرتے تھے ۔ حضرت اُمّ سلمیٰؓ فرماتی ہیں ۔ کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں رنجیدہ تشریف لائے میں نے رنجیدگی کا سبب پوچھا ۔ آپؐ نے فرمایا اُمّ سلمیٰ! کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہوگئی تھی وہ میرے بستر پر پڑے رہ گئے تھے ۔ خیرات کرنے میں دیر ہوگئی۔

دُنیا سے رحلت کے وقت جب آپ بیمار تھے تو آپ کو خیال آیا کہ چند اشرفیاں گھر میں موجود ہیں ۔ آپؐ نے انہیں خیرات کا حکم دیا ۔ فرمایا جلدی کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ میں اس سے رخصت ہو کر جب اپنے رب سے ملوں تو اس وقت میرے گھر میں اشرفیاں موجود ہوں۔

انسانیت

یہ شہادت ہے اُس انساں کی کہ اَب حشر تک
آسمانوں سے صدا آئے گی انسان اِنسان

احمد ندیم قاسمی

یہ میری خوش قسمتی سمجھیں یا یہ کہ میری زندگی کا رُخ اس طرف مُڑ گیا ـــــ خدا جانے کیا قصہ ہوا کہ تقریباً ساری ہی زندگی اس طرح سٹیج پہ کچھ نہ کچھ بولتے گذر گئی اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے مجمعوں میں کچھ نہ کچھ بات ضرور کی ـــــ زیادہ تر میری گفتگو کا موضوع یہی تذکرۂ محمدؐ و آلِ محمدؐ رہا ـــــ اور اسی مناسبت سے شاید ان طلبا نے بھی مجھے حکم دیا کہ یہاں آکر کچھ عرض کروں ـــــ بہت ہی ڈرا ـــــ یہاں میں اتنا ڈر رہا تھا اتنا ہوا کہ مجھے دو تین طالب علم پکڑ کے لائے ہیں ـــــ ایک بے پڑھا لکھا آدمی مدرسے میں آتے ہوئے ڈرتا ہے ـــــ مجھے بڑا ڈر لگا کہ یہاں آکے میں کیا کہوں ـــــ طلبہ کا مجمع ہے ـــــ اہلِ علم کا جھرمٹ ہے ـــــ بال کی کھال نکالنے والوں کا مجمع ہے۔ ہر بات کو سوچنے سمجھنے والوں کا اجتماع ہے ـــــ ستاروں کو قید کرنے والوں کا مجمع ہے حکمت کی نہریں جاری کرنے والوں کا مجمع ہے ـــــ سائنس کے دریا بہانے والوں کا مجمع ہے ـــــ چاند پہ کمندیں پھینکنے والوں کا اجتماع ہے ـــــ ذروں کا جگر پھاڑ کے قیامت ڈھانے والوں کا مجمع ہے ـــــ دنیا بھر کے سائنس اور عقل و فلسفے اور منطق کو دل میں سمونے والوں کا مجمع ہے ـــــ ، جوان دل ، جوان سماعت

ـــــ اور کہنے والا ازکار رفتہ بوڑھا آدمی ـــــ بھلا میرا آپ کا کیا ربط ؟ کیا جوڑ ؟ میں جس زمانے کی آپ سے بات کرونگا وہ زمانہ آپ سے کبھی کا پرانا ہو گیا ـــــ نئی بات مجھے آتی نہیں ـــــ اگر پرانے یونیورسٹی کیمپس میں کوئی بلاتا تو چلا جاتا ـــــ نیو کیمپس میں پُرانا آدمی ـــــ تو بھائی میرے ذہن میں تو کوئی بات تم سے کہنے کے لئے ہے نہیں ـــــ نہ کوئی موضوع ہے ایسا جو تمہارے سامنے بیان کیا جائے نہ کوئی گفتگو ـــــ بڑے ہی شوق سے بے خودی کے عالم میں وہ سن رہا تھا جو باتیں یہاں ہو رہی تھیں ـــــ بڑی اچھی

شاعری، بہترین نثر کی گفتگو ـــــ میرا دل لگا ہوا تھا کہ سنتا رہا ہوں ـــــ اچانک حکم ہوا کہ تو بھی کھڑا ہو کے کچھ بول ـــــ اب یہ طلبہ خود بہتر جانتے ہیں کہ اپنی محفل میں کتنا ہی چہکنے والا ہو طالب علم، جب سبق سنانے کا موقع آتا ہے تو بات اور ہو جاتی ہے ـــــ اب میں اتنے استادوں کے سامنے سبق سنانے کھڑا ہوا ہوں ـــــ کہیں بھول جاؤں، کہیں غلطی ہو جائے ـــــ کہیں اور کوئی بات ہو جائے تو میں کیا کہوں ؟ کیا بات کروں ؟ بہر کیف ایک مذہبی ماحول میں گفتگو کرنے والا آدمی اپنی بات مذہبی طور سے ہی شروع کرتا ہے ـــــ پتہ نہیں آپ کو میرا مذہبی طرز پسند بھی آئے گا یا نہیں؟ ـــــ ہیں وہی مذہبی باتیں جو میں کیا کرتا ہوں ـ

مسلمان بچو ! ـــــ مسلمان بچو میں نے اس لئے کہا ہے کہ اس مجمعے کے سامنے مجھے یہ ثابت کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اسلام کوئی بڑا اچھا مذہب ہے ـــــ اس لئے کہ یہاں سبھی مسلمان ہیں ـــــ تمہیں اسلام کی خوبی بتانے کی کیا ضرورت ہے ـــــ ہونا ! مسلمان؟ آپ تو سب ہیں ہی مسلمان، خدا کے فضل سے ـــــ اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے آپ کو پیدا ہی مسلمان کیا ـــــ یہ اللہ کا فضل ہے نا ـــــ اگر اللہ کسی مسلمان کی بجائے کسی عیسائی یا یہودی کے گھر میں پیدا کر دیتا ـــــ ہو سکتا ہے ہم وہی ہوتے ـــــ اس لئے مسلمان ہیں کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ـ کیوں بھئی یہی ہے نا؟ ایسا تو ایک آدھ آدمی کہیں کوئی ہوتا ہے ـــــ جو پیدا کہیں ہو ـــــ عیسائی وغیرہ کے گھر اور اپنی تحقیق سے مسلمان ہو ـــــ یہ بہت کم مثالیں ہوتی ہیں ـــــ عام طور پر مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے لہٰذا مسلمان رہیں ـــــ اور ایک اور مشکل یہ ہے ـ ـــــ تمہیں تو اندازہ نہیں اس بات کا کہ میں پیدا ہوا مسلمان کے گھر میں ـــــ لہٰذا ہوں میں مسلمان ـــــ اگر خدانخواستہ خدانخواستہ توبہ، توبہ ـــــ ایسا ہو نہ کبھی ـــــ اگر میں ہو جاؤں عیسائی ـــــ اور پکا کٹر عیسائی بنوں ـــــ بڑا ہی

مرتد عیسائی بنوں ـــــ مگر ساری زندگی عیسائیوں کو مجھ پہ شبہ رہے گا کہ ممکن ہے جاسوس ہو ـــــ ہوسکتا ہے مسلمانوں کا جاسوس ہو ـــــ ہوسکتا ہے مسلمانوں نے جاسوس کر کے بھیجا ہو ـــــ انہیں مجھ پہ یقین ہی نہیں آئے گا ـــــ جب بیٹھا کریں گے، آپس میں چار عیسائی کہیں گے ـــــ ہو نہ ہو، "وہچوں، وہی ہے" ـــــ یہی کہا کریں گے ـــــ قسمیں کھاؤں ـــــ لاکھ اقرار کروں ـــــ کچھ بھی کہوں ـــــ مگر وہ کہیں گے۔ "اونہوں ہے وہی" ـــــ تو کیوں شبہ رہے گا مجھ پر مسلمان ہونے کا ساری زندگی، باوجود میرے تردید کرنے کے ـــــ چونکہ میں پیدا ہو گیا ہوں مسلمان کے گھر میں ـــــ سمجھے ـــــ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص جس کے گھر میں پیدا ہوا یہ کچھ قدرتی سی بات ہے ـــــ وہ لاکھ کہے کہ میں وہ نہیں ہوں مگر جس گھر میں پیدا ہو جائے، اس پر شبہ رہتا ہے ساری زندگی ـ ہو نہ ہو وہی ہے ـــــ جس گھر میں جو پیدا ہو گیا ـــــ تو یہ بات ہے بھائی ـــــ ہمیں خدا نے مسلمان گھر میں پیدا کر دیا ـــــ ہم اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ نے جب اس کائنات کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور یہ میں پڑھے لکھے حضرات کے سامنے پھر کہہ دوں کہ یہ جو الفاظ ہم استعمال کریں گے گفتگو میں ـــــ خدا سے متعلق، رسولؐ سے متعلق تو یہ الفاظ ہیں جو ہماری عقل کی رسائی میں بڑے اچھے الفاظ ہیں ـــــ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ صحیح معنوں میں ان کی شان کے مطابق بھی ہیں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں ـــــ اللہ کے لئے الفاظ ہمارے پاس نہیں ـــــ جن سے ہم اللہ کا ذکر کر سکیں ـــــ بس اللہ کے لئے ایک ہی لفظ ہمارے پاس ہے ـــــ کیا؟ کہ بس اللہ ـــــ اللہ کیا ہے؟ اللہ . . . بھئی اللہ کیا ہے ـــــ ؟ ؟ اللہ ـــــ آگے؟ کہ اللہ ہی اللہ خیر صلا ـــــ بس اللہ ـــــ اللہ کیا ہے؟ اللہ ـــــ اور کوئی لفظ ابھی تک ہے ہی نہیں ہمارے پاس اللہ کے لئے سوائے اللہ کے ـــــ

ہے؟ ہمیں نقصان پہنچاتا ہے؟ ہم پہ ظلم کرتا ہے؟ ہمیں اذیت دیتا ہے؟؟؟
پھر ڈرو کیوں اللہ سے ــــ بولو بھئی ــــ کہتے ہیں ڈرو ــــ کیوں ڈرو ــــ
کیا وجہ ہے ڈرنے کی؟ کیا اللہ ہم پہ مہربان نہیں ــــ اللہ ہمیں پیار نہیں کرتا ــــ
اللہ ہم سے محبت نہیں کرتا ــــ اللہ کو ہم سے پیار نہیں ــــ ہم سے زیادہ ہم سے
پیار نہیں ہے اللہ کو ــــ اللہ جیسا پیارا، اللہ جیسا محبوب، اللہ جیسا اچھا ــــ
اللہ جیسا حسین ــــ اللہ جیسا معشوق ــــ اس سے ڈرا ڈرا کے مار دیا لوگوں کو
ــــ کہ اس سے ڈرو ــــ اللہ سے ــــ یاد رکھو میرے محترم بھائیو، بچو، عزیزو
ــــ اگر کوئی مولوی صاحب کہیں تو بے شک میرا نام لے دینا ــــ گناہ میرے ذمے
ــــ اللہ سے مت ڈرو ــــ سمجھے ــــ اللہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے ــــ اللہ ڈراؤنی
شے نہیں ہے ــــ اللہ ظالم نہیں ہے ــــ اللہ ستاتا نہیں ہے ــــ دیکھو
بچو، اللہ محبوب ہے، اللہ معشوق ہے، اللہ پیارا ہے ــــ اللہ حسین ہے۔
سمجھے جب وہ حسین ہے، وہ محبوب ہے ــــ وہ پیارا ہے ــــ اس لئے اس میں
ادائیں بھی بڑی ہیں۔ اور اس کی اداؤں میں ایک بڑی ادا یہ بھی ہے کہ وہ ذرا روٹھ جاتا
ہے ــــ تو ڈرو اس بات سے کہ اللہ کہیں تم سے روٹھ نہ جائے ــــ کہیں ناراض
نہ ہو جائے ــــ یہ تو مسلمہ بات ہے کہ جتنا بڑا حسین ہوگا، اتنا ہی بڑا نازک
مزاج ہوگا ــــ جتنا بڑا حسین ہے اللہ، اتنا ہی بڑا نازک مزاج ہے ــــ ذرا
سی بات پہ روٹھ جاتا ہے ــــ ہر وقت ڈرتے رہو کہ کہیں روٹھ نہ جائے ــــ
اگر روٹھ گیا تو پھر " یار مناون اوکھا " ــــ پھر اُسے منانا بڑا مشکل ہوگا ــــ
تو اللہ سے اس بات سے ڈرو کہ کہیں وہ تم سے روٹھ نہ جائے اور دیکھو میری بات
سنو عزیزو! ــــ اللہ کو یاد رکھو ــــ سمجھے ــــ اللہ کو یاد رکھو ــــ
مولوی صاحبان ہمارے سامنے ترجمہ کرتے ہیں۔ اذکر اللہ ہ ــــ اللہ کو یاد کرو ــــ

اور بڑے سے بڑے علمائے اعلام ــــ بڑے بڑے علمائے کرام بھی جب اللہ کی
بات کرتے ہیں نا کھڑے ہو کے ــــ تو وہ یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں اللہ ــــ ارے
بھئی اللہ تو ہے، کیا کریں اللہ کو ــــ تو کہتے ہیں ــــ مسلمانو! اللہ سے ڈرو ــــ
سنا ہے یا نہیں تم نے؟ اللہ سے ڈرو ــــ سنا ہے نا؟ مسلمانو! ڈرو اللہ سے ــــ
عالم کا وعظ، قبلہ و کعبہ کا فرمان، مولانا کا ارشاد ــــ طلبہ بیٹھے ہیں سامنے ــــ بچو
اللہ سے ڈرو ــــ اور ڈرو اللہ سے ــــ اللہ سے ڈرو ــــ ایک دفعہ سنا،
دو دفعہ، چار دفعہ، دس دفعہ ــــ آخر بار بار مولوی صاحب نے اللہ سے جو ڈرایا
تو خدا شاہد ہے ــــ کالج کے لڑکوں کا تو مجھے پتہ ہے ــــ یہ تو اتنے ڈر
گئے ہیں اللہ سے کہ جہاں اللہ کا ذکر ہو، ڈر کے مارے نہیں جاتے ــــ مولوی صاحب
جو کہتے ہیں، اللہ سے ڈرو ــــ رستہ چلے جا رہے ہیں، سامنے مسجد آ جائے ــــ
چکر اکے گذرتے ہیں ــــ کیوں بھئی چکرا کے کیوں گذرے ــــ کہ بھئی مسجد سامنے
ہے ــــ پھر؟ کہ اللہ سے ڈرو ــــ مولوی صاحب نے کہا تھا ــــ ہم اللہ سے
ڈرتے ہیں ــــ تو اللہ سے ڈرا ڈرا کے، ڈرا ڈرا کے ــــ ایمان سے ہم لوگوں
کا بُرا حال ہوا ہوا ہے ــــ اور کوئی ہم میں سے جرأت کر کے مولوی صاحب سے نہیں
کہتا ــــ مولوی صاحب، اللہ سے ڈرو ــــ کیوں اللہ کے بندوں کو اللہ سے
ڈرا رہے ہو، خواہ مخواہ کے لئے ــــ بھلا اللہ سے ڈرنا بھی کوئی انسانیت ہے؟
ــــ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ڈرانا بھی کوئی بات ہے ــــ بس ڈرا رہے ہیں
ــــ کیوں بھائیو! ڈر تو اُردو زبان کا لفظ ہے۔ ڈر کے معنی ہیں بچنا ــــ کس
سے بچنا؟ اُس سے بچنا، جس سے اندیشہ ہو ستانے کا ــــ جس سے اندیشہ
ہو دُکھ پہنچانے کا ــــ جس سے اندیشہ ہو اذیت پہنچانے کا ــــ اب بتاؤ اللہ
کوئی سانپ ہے؟ بچھو ہے؟ کیا ہے؟ جو اُس سے ڈریں ــــ ہمیں ستاتا

تو میں کہتا ہوں۔مولوی صاحبان جانے بھی دو ــــ یہ ترجمہ عربی نہیں ہے ــــ اللہ کو یاد کرو ــــ یاد کرو میں کوئی سواد ہی نہیں ــــ یاد کرو میں کوئی لطافت ہی نہیں ــــ سن رہے ہونا بھئی میری بات ؟ پکی بات ؟ جب سننے سے تمہارا دل بھر جائے کہہ دینا میں اُسی وقت بیٹھ جاؤنگا ــ جب تک سنتے رہو گے میں تمہیں سناتا رہوں گا ــــ تم بھی کیا یاد کرو گے۔کسی نے سنائی تھی ــــ جب تک سنتے رہو گے میں سناتا رہونگا تو دیکھو بھائی یہ ترجمہ غلط ہے ــــ اللہ کو یاد کرو ــــ یاد کرو کو اگر زندگی میں ایک دفعہ یاد کرلو تو یاد کرو پورا ہو گیا ــــ عید کے دن کہہ دیا ــــ یا اللہ ــــ یاد کرو پورا ہوگیا ــــ باقی سال یاد نہ کرو بے شک ــــ یہ کون سی بات ہے ــــ چاہے کسی وقت بھی یاد نہ کرو ــــ کوئی بات ہی نہیں ــــ اللہ کو ایک دفعہ بھی کہہ دیا۔ "یا اللہ" ــــ یاد کرو پورا ہوگیا ــــ باقی سال یاد نہ کرو ــ بے شک یہ کون سی بات ہے ــــ چاہے کسی وقت بھی یاد نہ کرو کوئی بات ہی نہیں ــ اللہ کو ایک دفعہ بھی کہہ دیا اللہ ــــ یاد کرو پورا ہو گیا ــــ اللہ ہم سے یاد کرو کا مطالبہ نہیں کرتا ــــ اللہ کہتا ہے ــ فَاذْكُرُونِي ۝ ــــ کیا معنی ؟ اللہ کو یاد رکھو۔ اب تم خود بتاؤ پڑھے لکھے بچو ــــ یاد کرو اور یاد رکھو میں کوئی فرق ہے کہ نہیں ــــ بولو بھئی اللہ کو یاد کرو اور بات ہے ــــ اللہ کو یاد رکھو ــــ اب سوچو کوئی فرق ہے یا نہیں اس میں ہے نا فرق ؟ اور پھر آیت کا اگر تیور دیکھو ــــ آیت کا اگر لہجہ دیکھو ــ پھر ترجمہ کرو تو یہ ترجمہ بنے گا اس کا اللہ کو یاد رکھو، ورنہ یاد رکھو پھر یہ ترجمہ بنتا ہے اور ترجمہ ہی نہیں بنتا کوئی ــــ تو اللہ ہمیں یاد ہے ــــ ہم اسے یاد رکھتے ہیں اور اللہ کا ہی ذکر کرتے ہیں محفل میں، مجلس میں مسلمانوں کی ــــ تو میرے بھائیو! ــــ اللہ نے ارادہ کیا کہ کائنات کو پیدا کرے تو اس نے کائنات کو پیدا کرنے میں ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق ــــ اس کے دلائل کے لئے اسوقت وقت نہیں

چونکہ سب مسلمان مانتے ہیں اوّلِ مخلوق جو پیدا کی ـــــ وہ تھا نورِ حضورِ سرورِ کائنات ؐ
کیوں مسلمانو! ہمارا یہ ایمان ہے یا نہیں؟ ہم مانتے ہیں یا نہیں ـــ اوّل مخلوق ـــ پہلی
شئے جو اللہ نے بنائی ـــــ سب سے پہلے جو بنایا ـــــ وہ تھا حضورِ رسالت مآبؐ کا
نور ـــ سمجھے نا حضور؟ اور جب نورِ حضور کائنات بنا دیا نا! ـــــ تو اس اکیلے نے
گوارا نہ کیا کہ میں بھی اکیلا اور بنا ہوا بھی رہے اکیلا ـــــ لہٰذا اس کے چاروں طرف
"چار چاند" لگا دیئے ـــــ تاکہ یہ چار، پانچ ہو جائیں ـــــ میں اکیلا رہوں ـــ
اب جب یہ چار" پانچ" ہو گئے تو اور ترقی کی ـــ انہیں بارہ چودہ بنا دیا ـــ جب بارہ
چودہ بن گئے تو اللہ نے ایک یونیورسٹی کھول دی کہ بیکار بیٹھ کے کیا کرو گے ـــــ
یونیورسٹی کھل جاتے ـــــ تم تعلیم دیا کرو ـــــ تم پڑھایا کرو ـــ اور ایک لاکھ
چوبیس ہزار طالب علم اس یونیورسٹی میں داخل کر دیئے ـــــ اور محمدؐ ہو گئے اس کے
وائس چانسلر ـــــ اور بارہ چودہ ہو گئے پروفیسر اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پڑھنے
بیٹھ گئے ـــــ جو طالب علم پاس ہوتا رہا، ڈگری ملتی رہی عہدے کے آتا رہا ـــــ
کسی کو زمین پہ پانی بہانا سکھا دیا اور آگیا ـــــ کسی کو آگ کو گلزار بنانا سکھا دیا اور آ
گیا ـــــ کسی کو وائرلیس پہ بات کرنے کا طریقہ سکھا کر کلیم بنا سکھا دیا اور آگیا ـــــ کسی کو
موت سے ٹکر لے کے ہمیشہ جینا سکھا دیا اور آگیا ـــــ غرض اپنا اپنا پڑھ کے سارے
شاگرد آتے رہے ـــ توجہ ہے نا صاحبان ـــــ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو کے
آ گئے اور سب اپنا اپنا کام کر گئے تو اللہ نے اساتذہ کرام کی طرف دیکھا ـــــ جو چودہ
پڑھانے والے تھے اور جو اُن کے راس و رئیس تھے ـــــ حضور محمد مصطفٰےؐ ـــــ ان کی
طرف دیکھا ـــــ اور دیکھ کے یہ کہا ہوگا ـــــ "ہوگا" لفظ یاد رکھنا ـــــ یہ ہوگا
لفظ میں آپ کے ڈر کے مارے کہہ رہا ہوں ـــــ کہیں پوچھنے لگو کہ یہ کس کتاب
میں لکھا ہے ـــــ کتاب میں نہیں، یہ میرے دل کی کتاب میں لکھا ہے ـــــ یہ کہا ہوگا۔

—— کہ محمد سنتے بھی ہو —— شاگرد تو اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے —— اب اگر مناسب سمجھیں تو آپ خود چلے جائیں ذرا —— کیوں کیا خیال ہے؟ جاؤ گے؟ جانا ہے؟ کیوں محمدؐ جاؤ گے؟ جانا ہے؟ ہیں؟ کیا بات ہے؟ جاؤ گے؟ دیکھو محمدؐ! سنو، اگر باقی نبیوں کی طرح تم بھی نبی ہوتے تو حکماً بھیجتا —— جاؤ —— محبوب جو ہوئے —— اِس لئے پوچھتا ہوں —— جانا ہے؟ جاؤ گے؟ کیا خیال ہے؟ جانا ہے؟ اچھا جانا ہے ہو —— بسم اللہ تشریف لے جاؤ —— بہت اچھا تمہاری مرضی ہم تو تمہاری مرضی دیکھتے ہیں —— چلے جاؤ —— ہیں؟؟ مگر یہ کیا؟ تم تو اُداس ہو گئے —— محمدؐ اُداس نہ ہو —— اگر وہاں کبھی دل گھبرا جایا کرے تو مل جایا کرنا —— جاؤ؟ پوچھا جا کے اب کریں کیا —— کہ اب جا کے —— اب تک جو سوا لاکھ پڑھے تھے وہ پُرانی یونیورسٹی میں پڑھے تھے —— تم مکے میں جا کے —— ایک جنگل میں بالکل ریگستان میں نیو کیمپس قائم کر دینا —— بالکل نئی یونیورسٹی قائم کر دینا —— اب کے ایک بالکل نئی یونیورسٹی قائم ہو جائے نیا کیمپس بن جائے —— دنیا بھی کیا یاد کرے گی کہ پڑھنے کا طرز بدل گیا —— انداز بدل گیا —— بالکل نیو کیمپس قائم کر دو وہاں جا کے —— سمجھے —— بہت اچھا —— تم اس یونیورسٹی کے ہو گے انچارج اور آ گے طلبہ تمہارے آئیں گے —— انہیں پڑھایا کرنا —— بالکل نیو کیمپس قائم کر دینا وہاں جا کے —— بہت اچھا —— اب چلے وہاں سے —— جا رہے ہو؟ کہ ہاں —— اور یہ بغل میں کیا ہے؟ کہ یہ میری کتاب ہے —— اسے پڑھ پڑھ کے دنیا کو پڑھاؤں گا یونیورسٹی میں —— اچھا تم ایک کام کرو —— کتاب یہیں چھوڑ جاؤ —— تم خود جاؤ —— کہ اگر کتاب یہاں رہ گئی تو وہاں پڑھاؤں گا کیا —— کہ واہ محمدؐ —— تو اتنی بات بھی تم مجھ سے پوچھتے ہو —— دیکھو جب بڑے آدمیوں کے بچے گھر سے کالج آتے ہیں تو ان کی بغل میں بستے نہیں ہوتے —— ان کے نوکر پیچھے بستہ لے کر آتے

ہیں ـــــ آپ تشریف لے چلیں ـــ آپ کی یہ کتاب آپ کا ذکر جبرائیلؑ لے کر حاضر ہوگا ـــــ آپ تشریف لے چلیں کتاب وہ لے کر آئے گا ـــــ جائیں آپ اور دیکھو ایک بات سنو ـــــ جہاں میں تمہیں بھیج رہا ہوں نا ! وائس چانسلر بنا کے ـــــ وہاں جاکے بالکل نہ پڑھنا ـــــ وہاں پڑھو گے تو میری بنی بنائی بات بگڑ جائے گی ـــــ کیوں بچو ـــ تم مجھے ایک بات بتاؤ ـــ تم جو مجھے گھر سے لائے ہو کار میں بٹھاکے بڑی عزت سے اور مجھ سے کہا ـــــ زیدی صاحب ایک تقریر کر دو ـــــ اب زیدی صاحب کھڑے ہوتے یہاں تقریر کرنے ـــــ جیب میں سے نکال کے کتاب اسے پڑھنا شروع کر دیا ـــ آپ نے کہا بسم اللہ ـــــ (کتاب کھول کر دیکھتے ہوئے ـــــ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ) ـــــ زیدی صاحب شروع کرو ـــ (پھر ہاتھ سے ٹھہرنے اور انتظار کرنے کا اشارہ) اے قبلہ پڑھو نا کچھ ـــ (تیسری مرتبہ پھر اسی طرح نظریں کتاب پر اور ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ) ـــــ او ٹھہرو ذرا ـ پہلے میں تو پڑھ لوں ـــــ سارے لڑکے اٹھ کر چلے گئے ـــــ بھئی کیوں چلے گئے ـــــ کہ اس پاگل مولوی کو کون مانے جو یہاں آکے پڑھے ـــــ اب وقت بڑی جلدی جلدی گذر رہا ہے اور افطار کا وقت قریب آتا جا رہا ہے ـــــ اس لئے میں بات مختصر کرتا ہوں ـــــ بہر نوع یہاں آکے مکتب کھول لیا ـــــ دیکھو یوں کرو ـــــ پہلے زیادہ طالب علم بھرتی نہ کرنا ـــــ تھوڑی سی کلاس رکھنا ـــــ اپنے گھر والوں کو پہلے جمع کرو ـــــ پہلے اُن سے تعلیم شروع کرو ـــــ جب وہ سمجھ جائیں گے پھر اور عوام سے بات کرنا ـــــ انذر عشیرتک الاقربین ۝ پہلے بالکل اپنے اقرب اکٹھے کرو قرابت دار ـــ پھر اوروں سے بات کرنا ـــ بہت اچھا یوں نیو کیمپس میں پہلی کلاس چالیس طالب علموں کی کھلی ـــــ جو رسولؐ کے اپنے گھر والے تھے ـــــ وہ آکے بیٹھ گئے جناب پڑھنے کے لئے ـــــ اس میں سن و سال کا خیال

نہیں ـــــ طالب علمی میں سن و سال نہیں دیکھا جاتا ـــــ پڑھنے کے شوق میں بچہ بھی پڑھ سکتا ہے ـــــ بوڑھا بھی پڑھ سکتا ہے ـــــ یہ اور بات ہے کہ بچے کا ذہن تیز ہوتا ہے ـــــ اب مجھے اتنا اچھا یاد نہیں ہو سکتا جتنا تمہیں یاد ہو سکتا ہے۔ ـــــ تو جناب اس میں رسولؐ کا سارا خاندان اکٹھا ہو کے بیٹھ گیا ـــــ چالیس آدمی بیٹھ گئے ـــــ بھئی ہمیں کیوں بلایا ہے ـــــ کہ میں نے ایک نئی تعلیم گاہ قائم کی ہے۔ میں اس میں درس دینا چاہتا ہوں ـــــ اگر میرا علم تم نے پڑھ لیا اور سمجھ گئے تو ساری دنیا کی حکومت تمہارے قدموں میں ہوگی اور عاقبت کی نجات تمہارے پاس ہوگی ـــــ میں ایسی چیز تمہیں بتانے کے لئے آیا ہوں ـــــ کہا اچھا بتاؤ ـــــ تو میرے محترم سامعین ـــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــــ محمد مصطفےٰ جیسا معلّم اعظم اور اس کی پہلی کلاس ـــــ پہلی کلاس میں اتنے بڑے معلّم کی تقریر ـــــ پہلی گفتگو ـــــ تمام طلبہ گوشِ ہوش کھولے بیٹھے تھے سننے کے لئے کہ دیکھیں کیا کہتا ہے ـــــ مگر معلّم اتنا عالمگیر معلّم تھا کہ وہ صرف اس جماعت کا معلم نہیں تھا بلکہ عالمین کا معلّم تھا ـــــ عالم کی ہر شے کا معلّم تھا ـــــ اُدھر اس نے تقریر کرنے کے لئے گلا صاف کیا ـــــ "... ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں" ـــــ اُدھر اس نے کہا ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں ـــــ اِدھر کائنات کی ہر شے سراپا گوش بن گئی سُننے کے لئے ـــــ سمجھے نا حضور؟ درختوں کا ہر پتہ کان ہو گیا سننے کے لئے ـــــ ہر ذرّہ دوشِ ہوا پہ سوار ہو گیا سننے کے لئے ـــــ فلک نے ستاروں کی عینک لگالی سننے کے لئے ـــــ چلتا ہوا سورج ٹھہر گیا سننے کے لئے ـــــ چاند کے سینے پہ داغ پڑ گیا سننے کے لئے ـــــ سوا لاکھ انبیاء آسمانِ اوّل پہ اُتر آئے سننے کے لئے ـــــ اللہ نے کہا ـــــ ماشاء اللہ ـــــ قدرت نے کہا سُبحان اللہ ـــــ فطرت نے کہا ـــــ بسم اللہ ـــــ اور محمدؐ نے تقریر شروع کی زُلفِ الہام کو شانہ ہونے لگا ـــــ شہپرِ جبرئیلؑ کو جنبش ہونے لگی ـــــ اور تقریر میں

فرمایا کہ میں تمہارے لئے خیرِ دنیا اور آخرت لے کے آیا ہوں ـــــ بولو ایسا کون شاگرد ہے جو میرے علم کو اچھی طرح سمجھ کر اس معاملے میں میرا ساتھ دے اور میرے بعد میری درسگاہ کا پرنسپل بنے ـــــ بولو کون ہے ؟ بس اِدھر اعلان ہوا ـــــ خیرِ دنیا اور آخرت کا پیغام لایا ہوں ـــــ چالیس کے چالیس سامعین خاموش بیٹھے رہے ـــــ مگر ـــــ دنیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ـــــ عالم کی چلتی ہوئی نبضیں رُک گئیں ـــــ جب رسولؐ کی آواز پہ لبیک کہنے کے لئے، کونے سے ایک دس سال کا بچہ اُٹھا ـــــ سمجھے نا حضور ؛ پوری بچپن کی ادا ـــــ پیروں پہ مٹی پڑی ہوئی ـــــ کُرتے کے بٹن کھُلے ہوئے ـــــ جیبوں میں خُرمے بھرے ہوئے پوری بچپن کی ادا سے کونے سے ایک بچہ اُٹھا ـــــ قبلہ ذرا اب کے فرمائیے کیا کہا ہے ؟ـ یہ اب کے فرماؤ اس لئے کہا تھا کہ کام تو بچے ہی کریں گے آپ کا ـــــ قربانی دیں گے ـــــ مرمٹیں گے ـــــ مگر پہلے ہمیں سمجھا دیں کہ چاہتے کیا ہیں ؟ بے سمجھے بوجھے ساتھ ہو لینا عقلمندوں کا کام نہیں ـــــ پہلے ہم سمجھ لیں کہ کیا کہہ ـــــ ہماری سمجھ میں بھی تو آجائے آپ چاہتے کیا ہیں ـــــ ہاں حضور ذرا اب کے فرمائیں آپ چاہتے کیا ہیں ؟ کہ بیٹا، بچے ، برخوردار ـــــ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کون ہے جو اس معاملے میں میرا ساتھ دے گا ـــــ بس یہ کہنا تھا کہ کون ساتھ دے گا ـــــ بچے نے ایڑیاں اُٹھا کے کہا ـــــ انا ناصرک یارسول اللہ ـــــ اے اللہ کے رسولؐ میں تیرا ناصر ہوں ـــــ میں تیری مدد کرونگا ـــــ " بیٹا ـــــ یہ بچوں کا کھیل نہیں " "قبلہ میں جان پہ کھیل کے کہہ رہا ہوں " ـــــ " بیٹا یہ بڑا مشکل کام ہے " ـــــ کہ " یاعلیجاہ ـــــ میں مشکلکشا جو ہوا " ـــــ مشکل کام سمجھ کے کہہ رہا ہوں کہ میں تیرا ساتھ دونگا ـــــ " یا محمدؐ " نہیں ـــــ اگر یا محمدؐ کہہ کے وعدہ کرتا تو زندگی بھر وعدہ تھا ـــــ یارسول اللہ ، میں تیری نصرت کروں گا " ـــــ گویا جب تک تیری رسالت ہے ' صبح ہو)

نصرت ہے ـــــ جہاں جہاں تیری رسالت ہے ، وہاں وہاں میری نصرت ہوگی
میں تیرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کروںگا ـــــ گویا آج سے دُنیا متعارف ہوئی "علیؑ"
سے ـــــ وہ چالیس آدمیوں کا مجمع جو رسولؐ کی تقریر سن رہا تھا اس بچے کی طرف دیکھنے لگا
ـــــ رسولؐ نے مسکرا کے کہا "میں بھی یہی چاہتا تھا ـــ کہ مجھ سے نظر ہٹے تو اس پہ آ کے
رُکے" ـــ دیکھو یہ بچہ کیا کہتا ہے ـــ آج طلبہ بچے ـــ طالب علم بچے ـــ اس
بچے کی تقلید میں جس نے معلّمِ اعظم کے فرمان پہ وعدہ کیا تھا ـــ میں تیرا ساتھ دوں گا۔
ـــــ آج اس کا ذکر کرنے کے لئے نئے کیمپس میں بچے اکٹھے ہیں ـــــ یہ دیکھنے کے لئے کہ
اس دس سالہ بچے نے جو وعدہ کیا تھا کہ تیری تعلیم پر میں عمل کروںگا ـــــ آیا اس نے کس کس
طرح عمل کیا؟ ـــــ کہیں عمل میں فیل تو نہیں ہوا ـــ کہیں عمل میں ہچکچایا تو نہیں ـــ کہیں عمل
میں گھبرایا تو نہیں ـــ کہیں عمل میں پریشان تو نہیں ہوا ـــ افسوس کہ وقت نہیں اتنا
کہ ساری چیزیں بیان کی جائیں ـــ اور وقت ہو بھی اتنا تو وقت ختم ہو جائے امام وقت
کا ذکر ختم نہیں ہوگا ـــ یہ وقت اس قابل ہی نہیں کہ اس کو سمو سکے اپنے اندر ـــ سیکھے ـــ
ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی وجد میں آ کر اس کا ذکر سننے کے لئے گیا ہوا سورج پلٹ کے
آجائے ـــ یہ بات اور ہے ـــ ورنہ یہ وقت ختم ہو جائے گا، ذکر ختم نہیں ہوگا ـــ
وعدہ کر لیا اس نے کہ میں آپ کی تعلیم پر عمل کروں گا ـــ اور قیامت تک مسلمان بچوں کو سبق
دے گیا کہ مسلمان بچو! ـــ اپنے معلّم کی بات کو اچھی طرح سمجھ لو ـــ اپنے بزرگ کی
بات کو اچھی طرح سمجھ لو ـــ جو وہ تم سے کام لینا چاہتا ہے اسے اچھی طرح سے سمجھ
لو ـــ اس کے ہر پہلو پہ غور کر لو ـــ اس کو اچھے طریقے سے اپنے ذہن میں بٹھا
لو ـــ اور جب تمہاری سمجھ میں آجائے تو آنکھیں بند کر کے نہیں ـــ سوچ کے
ـــ سمجھ کے ، غور کر کے ـــ پھر اس سے وعدہ کرو تو عمل میں رکاوٹ نہ ہونے پائے
ـــ عمل میں ہچکچاہٹ نہ ہونے پائے ـــ عمل میں پھر رکنا نہیں ـــ پھر عمل اس

طرح کرو آنکھیں بند کرکے کہ دنیا حیران رہ جائے ـــــ کہ اس طرح عمل کیا جاتا ہے ـــــ
تو بیٹھو ایک بات اور پھر بات ختم ـــــ وقت گذر جائے گا اور میں بیٹھ جاؤں گا ـــــ
وعدہ کیا تا عمل کا؟ تو اس طرح آنکھیں بند کرکے عمل کیا ـــــ جب سمجھ گیا تھا تعلیم
کیا ہے ـــــ جب سمجھ گیا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ جب سمجھ گیا تھا کہ وہ اس سے
منوانا کیا چاہتا ہے ـــــ یہ سوچ سمجھ کر وعدہ کیا تھا تو عمل اس طرح کیا بھائیو ـــــ لو
بچو سُن رہے ہو بات کو؟ سُن رہے ہو؟ پکی بات ہے؟ شاباش ـــــ سُن رہے
ہیں بڑے غور سے بچے ـــــ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ ایک سفید داڑھی والے کی
بات کو نوجوان سُن رہے ہیں ـــــ نہیں تو دو تین مرتبہ میرے ساتھ ایسا اتفاق ہوا ہے،
جب میں تم جیسے لڑکوں میں چلا گیا تقریر کرنے ـــــ تو ان بچوں نے کہا "بابا بہہ وی جا ـــــ
کیسے بندے نوں گل کرن دے" ـــــ یہ تو اتفاق ایسا ہے کہ تم میری بات سُن رہے ہو ـــــ
آج تم نے مجھے بندہ سمجھ لیا ہے۔ سوچ سمجھ کے جب وعدہ کیا کہ میں تیری نصرت کرونگا ـــــ
اس کے ہر مع لہٗ اور ما علیہ پر نظر ڈال کے وعدہ کیا کہ میں تیری نصرت کرونگا ـــــ
یونہی اندھی تقلید نہیں ـــــ آنکھیں بند کرکے نہیں یونہی ساتھ دوڑ پڑنے والی بات
نہیں ـــــ سوچ سمجھ کے وعدہ کیا تھا میں تیری نصرت کرونگا ـــــ اس سمجھ کے
وعدے کا اثر یہ تھا کہ اس وعدے کے تیرہ سال بعد جبکہ رسولؐ کا سن ہے ترپن (۵۳) سال
کا ـــــ کیا سن ہے رسولؐ کا بھئی؟ ترپن (۵۳) سال کا ـــــ کیوں بھئی ترپن (۵۳) سال کا سن
پختہ عمر ہے یا نہیں؟ ہیں؟ تجربے کی عمر ہے یا نہیں؟ دنیا کا سب کچھ، جہاندیدگی پوری
ہے یا نہیں؟ ترپن (۵۳) سال کا رسولؐ شام کے وقت، اپنے گھر کے اندر کھڑے ہو کر یہ کہہ
رہا ہے ایک اُنیس سال کے نوخیز نوجوان سے ـــــ جتنے اس محفل میں اٹھارہ انیس سال
کے نوجوان ہیں وہ میری بات غور سے سُنیں ـــــ ایک اٹھارہ اُنیس سال کے نوجوان
سے، ترپن سال کا رسولؐ کہہ رہا ہے یہ، کھڑا ہو کے ـــــ بیٹا، برخوردار آج میرے

گھر میں خطرہ ہے ــــ بڑا سخت خطرہ ہے ــــ تو بتاؤ بچو جب گھر کا بزرگ خطرہ
بتائے تو بچے کے دل پر کیا گذرے گی ــــ ہیں؟ ــــ وہ بھی ڈرا ہوگا یا نہیں؟
وہ بھی گھبرایا ہوگا یا نہیں ــــ خطرہ ہے قبلہ ــــ اور جب اتنا تجربہ کار بزرگ
کہہ رہا ہے خطرہ ہے تو بچہ بھی گھبرایا ہوگا ــــ اس اُنیس سالہ بچے نے گھبرا کے پوچھا
ــــ قبلہ خطرہ ہے؟ ــــ کہ ہاں بیٹا خطرہ ہے ــــ "واقعی خطرہ ہے؟" ــــ کہ بہت
ہی خطرہ ہے ــــ خطرہ ہے؟؟ ــــ کہ یقیناً خطرہ ہے ــــ پھر قبلہ کیا پروگرام
ہوگا ــــ میں گھر چھوڑ کے جا رہا ہوں ــــ کیوں؟ ــــ خطرہ ہے ــــ اچھا
قبلہ، میں کیا کروں؟ کہ تم یہیں رہو ــــ کیوں؟ ــــ خطرہ ہے ــــ سمجھے آپ
اب بتاؤ بچو ــــ اگر وہ لڑکا یہ کہہ دے کہ میں تو نہیں رہتا ــــ تو کسی اخلاقی ضابطے
میں، اس کا یہ انکار کرنا بُری بات ہے؟ وہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ جب خطرہ ہے
تو میں بھی نہیں رہتا ــــ مگر دنیا حیران ہوگئی یہ سُن کے جب اس بچے نے کہا کہ
خطرہ ہے؟ کہ ہاں بہت خطرہ ہے ــــ پھر ــــ کہ میں جا رہا ہوں ــــ
اور میں ــــ! کہ تم یہیں رہو ــــ کہ اچھا میں یہیں ہوں ــــ آپ جائیں ــــ
خطرہ ــــ خطرہ ہے ــــ تو ہوا کرے ــــ میں یہیں ہوں ــــ حیرت میں آگئی ساری
دنیا کہ یہ بچہ کیا کہہ رہا ہے؟ ــــ تو اسے اسوقت یہ بتایا گیا کہ اس نے سوچ سمجھ کر وعدہ
کیا تھا ــــ نصرت کا ــــ اس لئے یہ کہہ رہا ہے ــــ کہ میں یہیں رہونگا ــــ
رسولؐ جانے لگے تو اس بچے سے کہتے ہیں کہ بیٹا گھر میں خطرہ ہے ــــ خطرہ بڑا
ہے ــــ بہت ہی خطرہ ہے ــــ لہٰذا چوکس نہ رہنا کیوں؟ خطرہ ہے
ــــ ہوشیار نہ رہنا ــــ کیوں؟ ــــ خطرہ ہے ــــ خبردار نہ رہنا ــــ کیوں؟
خطرہ ہے ــــ بے خبر سو جانا ــــ کیوں؟ خطرہ ہے ــــ ہے نا عجیب بات
ــــ بالکل بے خبر سو جانا ــــ اس لئے کہ خطرہ ہے ــــ سمجھے حضور ــــ

اس نے کہا لیجئے قبلہ میں سو گیا ـــــ اپنے بستر پہ لیٹ گیا ـــ کہ ٹھہرو تمہارے
بستر پہ خطرہ نہیں ـــ میرے بستر پہ لیٹو کہ خطرہ یہاں ہے ـــ اب
خطرے کا مرکز سمٹ کے بستر رہ گیا تھا ـــ یہاں لیٹو ـــ وہاں لیٹ گیا ـــ
یہاں سو جاؤں؛ کہ نہیں ایسے نہیں ـــ اگر میرے بستر پہ تم، تم ہو کے سوئے
تو خطرہ نہیں ـــ میرے بستر پہ تم، ہم بن کے سوئے ہیں؛ لیٹو ـــ لٹایا
اپنی چادر اوڑھا دی ـــ اپنا عمامہ سرہانے رکھ دیا ـــ اپنے نعلین قریب
قریب رکھ دیئے ـــ اپنی تلوار پاس رکھ دی ـــ تاکہ دیکھنے والے، سونے والے
کو جانے والا سمجھیں ـــ ہیں ـــ سو جاؤ ـــ سو گئے؛ سو گئے ـــ صبح تک
کروٹ نہیں لی بستر کی سلوٹ گواہ ہے ـــ اسی طرح آرام سے سوتا رہا ـــ ساری
رات سوتا رہا ـــ یہ ہے سوچ سمجھ کر کسی اسکیم کو ـــ پھر اس پہ نصرت کا
وعدہ کرنے کا نتیجہ ـــ بے سوچے سمجھے، بغیر سوچے ہوئے وعدہ کر لینے سے
یہ استقامت پیدا نہیں ہوتی ـــ خوب سمجھ لو کہ ہم نے کیا کام کرنا ہے
پھر وعدہ کرو تو اتنا پکا وعدہ کرو ـــ سو گیا آرام کے ساتھ ـــ سو گیا یا نہیں؟
اور اللہ نے کیا کیا ـــ رات کو سونا دیکھ کر اللہ نے ـــ لو جی یہ آخری فقرے
ـــ سونا دیکھ کر اللہ نے ـــ کیوں بچو اللہ بھی کبھی سوتا ہے ـــ ہیں؟ نہیں
سوتا!!! اے لو ـــ اللہ تو کبھی سوتا ہی نہیں ـــ کبھی نہ سونے والے نے آج
کا سونا جو دیکھا ـــ تو اس نے کہا محمدؐ یہ بڑا کھرا سونا ہے ـــ بڑا بہترین سونا
ہے ـــ میں نے اسے پرکھ کے دیکھا ہے ـــ بہت ہی بہترین سونا ہے ـ اس
میں کوئی غیل وغش نہیں ـــ یہ سونا میں خرید نہ لوں؟ یہ سونا میں خرید لوں ـ
محمدؐ ـــ تم درمیانی بن کے یہ سونا مجھے خرید وادو ـــ محمدؐ تھے کہیں اور ـ
سونے والا تھا کہیں اور ـــ وہیں سے آواز دی ـــ سونے والے ـــ

کہ "جناب عالی!" ـــــ وہیں سوتے میں کہا ـــــ سونے والے ـــــ ہاں کیا ہے؟
ـــــ سونا بیچتے ہو؟ ـــــ "جی ہاں" ـــــ "کیا لوگے؟" ـــــ "قبلہ کیا دوگے؟" ـــــ
خریدتا کون ہے؟ کہ کبھی نہ سونے والا اللہ خریدار ہے ـــــ اچھا! ـــــ اللہ خریدار
ہے؟ ـــــ پھر بیچتے ہو؟ کہ بیچتا ہوں ـــــ کیا قیمت لوگے؟ کہ قبلہ بات سنو۔
جب اللہ جیسا خریدار ہو تو قیمت پہ جھگڑا کرنا خلاف تہذیب ہے ـــــ اللہ سے کہہ دو
کہ سونا میرا حاضر ہے، قیمت میں جو اس کی مرضی ہے وہ دیدے ـــــ جو، مرضی
ہے دیدے ـــــ بس مرضی قیمت ہے ـــــ سونا حاضر ہے ـــــ اللہ نے کہا
ـــــ "منظور" ـــــ سودا ہو گیا ـــــ کہ قبلہ یہ مرضی ملے گی کب؟ کہ قیامت میں
ـــــ قیامت کا اُدھار؟ ـــــ بیعانہ مل جائے تاکہ سودا پکا ہو جائے ـــــ اللہ نے
بیعانے میں جنت دے دی ـــــ جنت تیری قیمت نہیں ـــــ یہ بیعانہ ہے ـــــ
جنت پہ قبضہ کر لیا ـــــ سمجھے ناحضور ـــــ ہوئی جو شادی تو وہی جنت ـــــ جو اس
دن بیعانے میں ملی تھی ـــــ منہ دکھائی میں بیوی کو دے دی ـــــ خریدی تھی شوہر نے
ـــــ خاتونِ جنت کہلاتی ہے بیوی ـــــ بیوی نے بچوں کے نام کر دی ـــــ رسولؐ
نے رجسٹری کر دی ـــــ انتقال کی ـــــ الحسن والحسین سید
شباب اہل الجنۃ ـــــ باپ نے خریدی ـــــ ماں مالکہ بنی ـــــ حسنینؑ
مالک بنے ـــــ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اللہ نے جنت کے صدر دروازے
پہ یہ نام لکھ کر لگا دیئے۔ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ
انشاءاللہ ـــــ نیو کیمپس کے نوجوانو! ـــــ تم چلنا جنت میں ـــــ چلو گے یا
نہیں؟ ہیں؟؟ جاؤ گے نا؟ ـــــ (آوازیں انشاءاللہ) ـــــ انشا اللہ کی کیا بات
ہے ـــــ جائیں گے ـــــ وہاں ضرور جانا ہے ـــــ وہاں جاؤ گے ـــــ مجھے بھی
آواز دے لینا ـــــ سواد آ جائے گا ـــــ جب دروازے پہ یہ نام لکھے دیکھیں

سکے گا ـــــــ اگر کسی فرشتے نے روکا بھی تو کہدینا " فرشتے ہٹ جا ہمارا وقت ضائع نہ کر ـــــ یہ نام نہیں دیکھتا ـــــ اندر تو محفل ہو رہی ہو گی ـــــ زیدی تقریر کیہ رہا ہو گا ـــــ چلو چلیں اندر" ـــــ انشاء اللہ یہ نام دیکھ کے ہم فوراً پہنچ جائیں گے ـــــ

تمہاری محفلوں کو اللہ قبول کرے ـــــ تمہارے اندر تقویت دین عطا فرمائے ـــــ دینی محفلیں منعقد کرنے کا تم میں شوق اور شعور پیدا کرے ـــــ جب کوئی دینی محفل منعقد کیا کرو اگر میری صحت ٹھیک ہو تو مجھے ضرور بلایا کرو ـــــ آج تو بیماری کے عالم میں، میں نے چند منٹ آپ سے باتیں کر لی ہیں ـــــ مجھے بلایا کرو ضرور ـــــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــــ خوب سوچ کے سمجھ کے ـــــ غور کر کے ـــــ ذہن میں بٹھا کے ـــــ ہر پہلو اور نشیب و فراز کو دیکھ کر جو عزم کر لو پھر اس پر بنیان مرصوص کی طرح جم جاؤ سمجھے ؛ بے سوچے سمجھے قدم اٹھانا ـــــ حیدری جوانوں کی شان نہیں ہے ـــــ اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــــ خدا حافظ ـــــ فی امان اللہ ـــــ

(۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ ـ ایس ـ ٹی ـ سی نیو کیمپس " پنجاب یونیورسٹی" لاہور کے طلبا سے خطاب)

آلِ ابی طالب

عنوان

فضائل آلِ ابی طالبؑ

مصائب شہزادہ علی اکبرؑ

ہیں آخری سلام کو اکبرؑ جھکے ہوئے
نقشہ کھنچا ہوا ہے رکوعِ رسولؐ کا

زکی سی ورکوٹی

خداوند عالم کی حمد و ثنا اور حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام کے بعد میں اس طرح گزارش کرتا ہوں کہ اللہ اپنے علم و فضل کے مطابق اپنا جو کام لینا چاہتا ہے، کسی انسان سے۔ اس کام کے مطابق آدمی وہ خود چن لیتا ہے اس سے میں نے یہ کام لینا ہے۔ اس سے یہ کام لینا ہے۔ انسان، خدا خود انسانوں میں سے چن لیتا ہے اپنے کام کے لئے۔ سمجھ رہے ہیں نا صاحبان۔ اللہ کے یہاں الیکشن نہیں، اللہ کے ہاں سیلیکشن ہے۔ اب میں انگریزی لفظوں کے معنی تو جانتا نہیں سُنتے ہوئے میں نے کہہ دیئے ہیں۔ ہم لوگ کرتے ہیں الیکشن اور اللہ کرتا ہے سیلیکشن۔ ہم بہت سے مل کے چنتے ہیں ایک کو اور اللہ چنتا ہے بہت سوں میں سے ایک کو۔ سیلیکشن کا ترجمہ چننا اور الیکشن کا ترجمہ ہے چھانٹنا۔ جو بندہ سلیکشن سے آتے وُہ چنا ہوا ہوتا ہے۔ جو الیکشن سے آئے وہ چھٹا ہوا ہوتا ہے۔ ہر نوع اللہ چن لیتا ہے اپنے کام کے لئے اس آدمی کو جسے وہ موزوں سمجھتا ہے توجہ ہے نا صاحبان۔ اور اس بڑی مختصر سی تمہید کے بعد میں اپنی مجلس شروع کرتا ہوں تاکہ تھوڑے وقت میں ختم ہو۔

میرے محترم سامعین! اللہ نے اپنا کام لینے کے لئے جس خاندان کو چُن لیا وہ خاندان بنی ہاشم کہلاتا ہے اس خاندان کو اللہ نے چُن لیا تھا۔ اس لئے کہ اس خاندان سے وُہ اپنا کام لینا چاہتا تھا۔ اس لئے یہ خاندان۔ اللہ نے چُن لیا۔ اور اس بنی ہاشم کے خاندان میں سے بھی ہر فرد سے کام نہیں لیا بلکہ اس خاندان کا جو فرد جس کام کے لئے موزوں ہوا وہ کام اللہ اس فرد سے لیتا رہا۔ عبدالمطلبؑ سے کعبے کی حفاظت کا کام لیا جب ابرہہ آیا تھا ہاتھی لے کر۔ اور عبدالمطلب کے بعد ان کے جانشین حضرت ابو طالبؑ سے جن کا نام نامی ہے عمرانؑ کنیت ہے ابو طالبؑ۔

جن کے خطابات ہیں بیضۃ البلا، شیخ البطحا، سیّد القوم۔ یہ ان کے خطابات ہیں۔ سب سے پہلے عرب میں لفظ سیّد، جناب ابوطالبؑ کے لئے استعمال ہوا اور آج تک ان کی نسل کے ساتھ یہ لفظ مشہور ہو گیا۔ جناب ابوطالبؑ سے بھی کام لیا اللہ نے۔ اور یہ کام ابی طالبؑ کے سپرد ہوا کہ میرے رسولؐ کو جو میری اس تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ معزز اور قیمتی ہے، اے ابوطالبؑ اس کو ہم تیرے سپرد کرتے ہیں۔ تم اسے پالو اور پرورش کرو۔ توجہ فرمائیں صاحبان۔ اللہ نے اپنی سب سے قیمتی شے سپرد کر دی ابوطالبؑ۔ یہ فقرہ آپ نے سن لیا۔ اسکی ذرا سی تشریح کر دوں آپ سے۔ میرے ہاتھ میں یہ ململ کا رومال ہے۔ پتہ نہیں آٹھ آنے کا ہے، چھ آنے کا ہے۔ ایسا ہی کچھ ہو گا چھ چار آنے کا۔ میں چاہتا ہوں یہ رومال کسی کے سپرد کر دوں۔ اب اتنا مجمع ہے میرے سامنے۔ سب ماشاء اللہ مومن ہیں۔ میں نے یونہی ہاتھ بڑھا کے ایک آدمی کو دے دیا رومال۔ اب مجلس کے بعد پوچھتا پھرتا ہوں۔ بھئی میرا رومال کس کے پاس تھا، کہاں ہے؟ کون لے گیا وہ رومال میرا؟ لوگ کہیں گے زیدی صاحب، تم نے خود غلطی کی۔ کسی جانے پہچانے کو دینا تھا۔ کسی ایماندار کے سپرد کرنا تھا۔ کسی شریف آدمی کے سپرد کرنا تھا۔ جب ایک کپڑے کا رومال سپرد کرتے ہوئے جان پہچان دیکھنی پڑتی ہے۔ شرافت دیکھنا پڑتی ہے، ایمانداری دیکھنا پڑتی ہے تو اللہ نے محمدؐ جیسی قیمتی شے سپرد کرتے وقت یہ نہیں دیکھا ہو گا کہ یہ بندہ شریف ہے یا نہیں؟ ایماندار ہے یا نہیں؟ اور اللہ جسے اتنا ایماندار سمجھے کہ محمدؐ جیسی شے سپرد کر دے، ایسے ایماندار کو بے ایمان کہنا، بے ایمانی ہے کہ نہیں؟ بہر نوع یہ تو کام اللہ نے ابی طالبؑ کو دیا، اور ابی طالبؑ نے اپنی گود میں نبوّت کو بھی پالا، امامت کو بھی پالا۔ گویا زیر دامن ابی طالبؑ پل کر نبوت آخری نبوّت بن گئی، اور امامت پہلی امامت بن گئی۔ ابی طالبؑ کی پرورش کے بعد۔ تو یہ کام اللہ ابی طالبؑ سے لے رہا تھا۔

اور آج تک خدا کا کام نسلِ ابی طالبؑ کے سپرد ہے اور اللہ کی بگڑی بنانے کے لئے
آج بھی ابی طالبؑ کا کنبہ دنیا میں زندہ ہے اور قائم ـــ یہ کام اللہ نے ابی طالبؑ کے
سپرد کیا ـ میری بات پہ توجہ ہے نا صاحبان ـــ بڑی مختصر مختصر بات ـــ ادھر ابی طالبؑ
تھے قابل کہ آتے ہی سامنے شیطان آگیا ـ ابراہیم کے آتے ہی سامنے نمرود آگیا ـ
موسیٰ کے سامنے فرعون آگیا ـ اس خاندان بنی ہاشم کے مقابلے پہ خاندان بھی ـ؟؟
وہی آگیا جو آپ کہہ رہے ہیں ـــ یہ خاندان آگیا ـ اس خاندان میں
بھی بہت بڑے بڑے آدمی پیدا ہوئے ، بڑے بزرگ آدمی پیدا ہوئے ، ایک صاحب
فرماتے تھے کہ جتنے بڑے آدمی پیدا ہوئے سب اس خاندان میں ہوئے ـ وہی خاندان
جس کا نام آپ لے رہے ہیں " بنی ہاشم میں کوئی بڑا آدمی پیدا نہیں ہوا " ـــ
میں نے کہا بالکل ـــ بنی ہاشم میں تو جو پیدا ہوا بچہ پیدا ہوا ـــ امیہ کے خاندان
میں جو پیدا ہوا بڑا پیدا ہوا ـــ یہ خاندان بنی ہاشم کے مقابلے کا خاندان ہو گیا ـ
وہ دن تھے تو یہ رات تھے ـــ اس خاندان میں بھی بڑے بڑے آدمی تھے ـ اس خاندان میں
بھی بڑے بڑے آدمی تھے ـ اس خاندان کے بڑے آدمیوں میں سے ایک بڑے آدمی کا نام
لیتا ہوں وہ تھے حضرت ابی سفیان ـــ نام سنا ہے نا آپ نے ـــ حضرت میں نے
اس لئے کہا کہ بڑے حضرت تھے ـ اگر آپ چاہیں تو ان کے فضائل بھی بیان کر دوں ـ
حضرت ابو سفیان کے ـ سنیں گے آپ ؟ فضائل پڑھوں ؟ تو صاحبان اس ایک جملے
پر فضائل ختم کرتا ہوں یہ یزید کے بھی دادا تھے ـ یہ ان کے فضائل ہیں ـ یزید کے
دادا جان ـ حضرتِ ابو سفیان ـ یہ اس خاندان میں پیدا ہوئے ـ جتنی جنگیں
رسالت مابؐ نے ہوئیں ان سب جنگوں میں کفر کی فوج کے سپہ سالار بھی حضرت
ابو سفیان ہوا کرتے تھے ـــ توجہ ہے نا صاحبان ـ مکہ کی فتح کے بعد اسلام کا اعلان کر
دیا اور یہ بدلنے لگے ـ میرے محترم سامعین بڑے غور سے سننا شروع کرنا اب میں

مطلب کی بات سناتا ہوں آپ کو تاکہ اپنے وقت میں مجلس بھی ختم ہو جائے اور بات بھی ختم ہو جائے ۔ اس حضرت سفیان کے تین چار بیٹے تھے ۔ جن میں سے ایک شہرۂ آفاق بیٹا ۔ وہ ہے امیر شام ۔ یزید کے والد بزرگوار ۔ یہ ان کا شہرۂ آفاق بیٹا ہے ابو سفیان کا ۔ سمجھے حضور ۔ نام یاد نہیں ، ہوگا کوئی ۔ نامور بیٹے تھے ۔ اور جناب کئی بیٹیاں بھی تھیں ان کی ۔ اس وقت اس مجلس میں مجھے آپ کی فرمائش پوری کرنے کے لیئے ، مجلس سنانے کے لئے ان کی دو بیٹیوں کا ذکر کرتا ہوں ۔ حضرت ابو سفیان کی دو بیٹیوں کا تذکرہ آپ کو سنانا ہے ۔ یہ آپ سنیں ۔ اور غور سے سنیں ۔ ان کے دو بیٹیاں تھیں ۔ ایک کا نام تھا اُمِّ حبیبہ ، ایک کا نام تھا جادبیہ ۔ یاد رہیگا آپ کو ۔ ایک امِّ حبیبہ ، ایک جادبیہ ۔ یہ جو حضرت ابو سفیان کی بیٹی تھی نا امِّ حبیبہ ، ان کی شادی ہوئی تھی حضور سرورِ کائناتؐ سے ۔ ابو سفیان کی بیٹی اور ہم مومنوں کی ماں ، جناب امِّ حبیبہ ۔ امِّ حبیبہ ہماری ماں تھیں ۔ ان کے باپ سے ہمارا کیا رشتہ ہوا ؟ سنوگے ؟ کس نے مجھ سے پوچھا ، امِّ حبیبہ تو تمہاری ماں ہیں ، ان کے باپ سے کیا رشتہ ہے ۔ میں نے کہا ۔ نا ۔۔۔ نا ۔ بہر نوع یہ امِّ حبیبہ حرم رسولؐ ہیں ، امِّ المومنین ہیں ۔ واجب الاحترام ہیں ۔ رسولؐ کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اور ہم مومنوں کی ماں ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کی بڑی عزّت ہے ماں ہونے کی حیثیت سے ۔ سمجھے نا آپ ؟ ان کے فضائل کتابوں میں بھرے پڑے ہیں بحیثیت امِّ المومنین کے مگر سب سے بڑی فضیلت ان کی جو مسلمانوں نے کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ جناب امِّ حبیبہ ایک دن رسولؐ کے گھر بیٹھی تھیں ، ان کے باپ ابو سفیان ان سے ملنے آئے ۔ وہ مسلمان تھے نا ۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ شادی ہوئی تھی ۔ جب انہوں نے حجرے میں قدم رکھا ، آ کے کہا بیٹی خیریت تو ہے ؟ جب باپ آتا ہے ملنے ۔ تو بیٹی نے دری جو بچھ رہی تھی وہ سمیٹ دی ۔ زمین پہ اشارہ کیا ابّا بیٹھو ، تشریف رکھو ۔ کہا دیکھو امِّ حبیبہ تم نے ہماری بڑی

توہین کی ہے ۔ جانتی ہو ہم کون ہیں ؟ ہم عرب کے بے تاج بادشاہ ہیں ۔ ہم لاکھوں فوجیں لیکر آئے تھے مقابلے کے لئے ۔ دنیا ہمارا کلمہ پڑھتی ہے ۔ ہمیں دیکھ کر شیطان تک بھاگتا ہے ۔ تم نے ہمیں کیا سمجھا ہے ۔ یہ دری کیوں سمیٹ دی ۔ ہمیں بیٹھنے نہیں دیا ۔ اُمِّ حبیبہ نے بڑے ادب سے کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ یہ دری وہ ہے جس پر رسول بیٹھتے ہیں ۔ اس پر آپ اس طرح نہیں بیٹھ سکتے ۔ یہ واقعہ لکھ کر مسلمان مورخ یہ لکھتے ہیں کہ یہ ہے اس کے کامل الایمان ہونے کی دلیل ۔ یہ ہے اُس کے امّ المومنین ہونے کی دلیل ۔ میں بھی سٹیج پہ یہی کہتا ہوں کہ واہ اُمّ حبیبہ ۔ امّ المومنین ہو تو ایسی ہو کہ رسولؐ کی جگہ پہ باپ کو نہ بیٹھنے دے ۔ یہ ہے شانِ اُمّ المومنین ۔ سمجھ رہے ہو ناصاحبان ۔ اور میرے محترم سامعین اللہ آپ کو سلامت رکھے اور خوش رکھے ۔ میں ایک بات آپ سے بیچ میں ضمناً کہتا چلوں ۔ چونکہ جلدی ختم بھی کرنا ہے اور بات بھی کرنی ہے ۔ آپ پوچھیں گے کہ کس کتاب میں ہے کہیں نہیں ۔ یہ حوالہ کہاں ہے ؟ کہیں نہیں ۔ یہ میں اپنے دل کی بات کہہ رہا ہوں پہلے ہی بتائے دیتا ہوں ۔ اگر اس پر کوئی اعتراض ہے تو وہ مجھ پر ہے ۔ یہ میرے مذہب کی کسی کتاب کی بات نہیں ہے کہ قیامت کے دن ایران کا شہنشاہ نوشیرواں ، جس کے لئے کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جہنم میں جائے گا بوجہ کافر ہونے کے ۔ اللہ اسے ایک پنکھا عطا فرمائے گا ۔ جو آگ کو اس سے دُور رکھے گا ۔ یہ اُسے عدالت کا صلہ ملے گا ۔ یہ تو کتابوں کی بات ہے ، اور میں اپنی بات کہتا ہوں ۔ یہ پنکھا ملے گا اسے کیسے ؟ جب فرشتے لے جا رہے ہونگے اسے جہنم میں ، یہ میری ذاتی بات ہے اور یہ جاتے جاتے کہہ دیگا : جہنم میں تو میں چلا جاؤنگا ، پر جانے سے پہلے میں ذرا اپنے نواسے سے ملنا چاہتا ہوں ۔ اس کے نواسے تھے زین العابدینؑ زین العابدینؑ سے اس کا آمنا سامنا ہو جائے گا اور یہ زین العابدینؑ سے کہے گا ۔ تم میرے نواسے ہو ۔ فرشتے خود شرما جائیں گے ۔ اسکو جہنم میں لے جاتے ہوئے ۔ اللہ جس کو بچانا چاہتا ہے اس کے گھر نواسہ پیدا کر دیتا ہے اور جس کے گھر نواسہ نہ ہو اس کا کوئی بچانیوالا نہیں ۔

کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔ یہ جناب امّ حبیبہ کی بات آپکے ذہن میں آگئی۔ اب اسے میں پلیٹ کے
دوسری بہن کا قصّہ سناؤں۔ جس طرح عرب بنی ہاشم شرافت میں مشہور تھے۔ اور ان کا مقابل
خاندان سیاست میں مشہور تھا۔ یہ لفظ میں نے احتیاطاً کہا ہے، سیاست میں ۔۔ اسی طرح عرب
میں ایک خاندان تھا جو حسن میں مشہور تھا۔ اس کا نام تھا خاندان بنی ثقیف ۔۔ یاد رہے گا
آپ کو خاندان بنی ثقیف حسن میں مشہور تھے ۔۔ اور خاندان بنی کلاب یہ شجاعت میں مشہور تھا۔
یہ عرب کے مشہور خاندان تھے۔ اگر بہادر کا نام لو تو بنی کلاب سمجھے جاتے تھے ۔۔ اگر حسین کہو تو
بنی ثقیف سمجھے جاتے تھے ۔۔ اگر شریف کہو تو بنی ہاشم گنے جاتے تھے۔ اگر مکّار کہو تو....
پھر وہ ..... یہ تھے مشہور عرب کے خاندان ۔۔ تو بنی ثقیف کے خاندان کا رئیس اور جو
سیٹھ تھا اس کا ابو صرّہ نام تھا ۔ ابو مرّہ ثقفی ۔۔ حضرت ابوسفیان کی دوسری بیٹی،
ام حبیبہ کی سگی بہن ۔ ابو ذرہ ثقفی سے بیاہی ہوئی تھی تو ابو مرّہ ثقفی، خاندان ثقیف
کا سردار اور رسالتمآبؐ آپس میں کیا ہوئے بھئی ۔۔ بولو ۔۔ ہوں وہ آپس میں ہم زلف
ہوئے ۔ ایک بہن ابو مرّہ ثقفی کے گھر میں تھیں اور ایک بہن جناب رسالتمآبؐ کے گھر
میں ۔ آپ گھبرا تو نہیں گئے میری اس بات سے ۔ سُن رہے ہو نا غور سے ۔۔ رسالتمآبؐ
کے گھر تو کوئی اولاد نہیں ہوئی جناب ام حبیبہ سے ۔۔ ابو مرّہ ثقفی کے گھر جو ابوسفیان کی
صاحبزادی تھی ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ سمجھے نا ۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی ابو مرّہ ثقفی
کے گھر ۔ ابوسفیان کی بیٹی، امیر شام کی بہن، ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام تھا لیلیٰ۔
اب یاد رکھیں گے نا ۔ لیلیٰ ابو مرّہ ثقفی کی بیٹی ، ابوسفیان کی نواسی، امیر شام کی بھانجی
تھیں ۔ یہ یزید کی کیا ہوئیں ؟ بولو نا ؟ بولو بھئی ۔ امیر شام کی بھانجی تھیں یہ یزید کی
پھوپھی زاد بہن تھیں ۔ حقیقی پھوپھی زاد بہن ، جناب لیلیٰ ۔ یہ ہوئیں جناب لیلیٰ ۔
اب یہ بات بھی آپ کی سمجھ میں آگئی نا ۔ ابو مرّہ ثقفی کی جو لڑکی تھی ان کا ابوسفیان سے
کیا رشتہ تھا بھئی؟ نواسی کا ۔ امیر شام کی کیا تھیں وہ ؟ بھانجی ۔ یزید کی کیا تھیں ؟

پھوپھی زاد بہن ۔کس خاندان سے تھیں ۔ بنو ثقیف سے ۔ بنو ثقیف کی صفت کس بات کی تھی ۔ ؟ حسن وجمال کی ۔ تو لیلیٰ اپنے زمانے میں رئیس بنی ثقیف کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے ان تمام خوبیوں کی مالک تھیں جو اس خاندان کی تھیں ۔ سمجھ میں آرہا ہے نا صاحبان کے ۔ جب یہ جوان ہوئیں لیلیٰ تو ان کے باپ کو شادی کی فکر ہوئی ۔ اس نے چاہا کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کردوں ۔ جہاں جہاں بیٹھے ہیں بڑے غور سے سُننا بات کو ۔ وہ اپنے گھوڑے یا ناقے پہ سوار ہوا حضور اور مدینے آیا ۔ وہاں مدینے کی مسجد میں حضور سید الشہداء امام حسینؑ سے اس کی ملاقات ہوئی اس ابو مرّہ ثقفی کی ۔ امام حسین علیہ السلام سے وہ ملا ۔ آکے خدمت میں امام حسینؑ کی وہ بیٹھ گیا اور بیٹھ کے عرض کیا اس نے کہ قبلہ میں ایک دفعہ آپ کے نانا کے پاس بھی آیا تھا ۔ میں نے آپ کے نانا سے ایک حدیث سُنی تھی وہ مجھے پوری طرح یاد نہیں رہی ۔ میں آپ کو وُہ سناتا ہوں ۔ اگر کہیں بھی بھول جاؤں تو قبلہ آپ اس کی تصحیح کر دیں ۔ آپ نے کہا ہاں سناؤ کیا ہے ؟ اس نے کہا آپ کے نانا نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو ایسے شخص کے پاس جانا مشکل کو حل کرانے کے لئے جو تمہارے علاقے میں تمہاری دسترس میں سب سے زیادہ عالم ہو ۔ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے ۔ وہ حدیث جو آپؐ نے فرمائی تھی ؟ ۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تجھے صحیح یاد ہے ۔ یہی کہا تھا میرے ناناؐ نے ۔ اس نے کہا کہ قبلہ آگے بھی ہے ۔ کہ ہاں کیا ؟ کہ آگے فرمایا تھا آپ کے ناناؐ نے کہ اگر عالم تمہیں نہ مل سکے تو ایسے شخص کے پاس جانا جو حسب اور نسب میں سب سے زیادہ شریف ہو ۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے ؟ آپؑ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے ۔ تو نے ٹھیک کہا ۔ اس نے کہا حضور آگے یہ کہا تھا کہ اگر حسب نسب والا نہ ملے تو ایسے بندے کے پاس جانا جو سب سے زیادہ حسین ہو تیری نظروں میں ۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے ۔

بالکل ٹھیک ۔ کہا حضور مجھے ایک کام ہے ۔ میں ایسے آدمی کے پاس بیٹھا ہوں جو علم میں بھی سب سے زیادہ ہے ، حسب نسب میں بھی سب سے بہتر ہے ، حسن میں بھی سب سے

بہتر ہے۔ یہ تینوں صفتیں ہیں۔ میری مشکل آپ حل کریں گے۔ سُن لیا آپ نے۔ آپؑ نے اس کی یہ بات سُن کے اب اس سے یہ سوال کیا کہ ہم تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا قبلہ فرمائیے کیا پوچھنا ہے؟ کہ یہ بتلاؤ کہ دُنیا میں سب سے بڑا آدمی کونسا ہے؟ میری بات کو آپ حضرات سمجھ رہے ہیں۔ اُس نے کہا حضور، سب سے بڑا آدمی دنیا میں وہ ہے جس کے پاس علم مع حلم کے۔ علم نہیں۔ علم مع حلم کے۔ اس کے ساتھ بے صبری ہو تو یہ علم کی توہین ہے۔ علم ہو مع حلم کے۔ آپؑ نے فرمایا بے شک تم نے ٹھیک کہا۔ اچھا۔ اور اگر یہ نہ ہو کسی کے پاس پھر؟ کہ قبلہ اس سے دوسرے نمبر پہ آدمی وہ ہے جس کے پاس دولت ہو مع سخاوت کے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا بالکل ٹھیک کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر۔ کہ حضور تیسرے نمبر پر آدمی وہ ہے۔ جس کے پاس فقیری ہو مع قناعت کے۔ آپؑ نے فرمایا شاباش بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ بالکل درست ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو۔ کہ حضور اس آدمی کو مرجانا چاہیئے۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ نے ٹھیک کہا۔ تو نے بالکل صحیح جواب دیئے۔ اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو ہم سے۔؟ کیا مانگنے آئے ہو۔ اس نے کہا مانگوں؟ کہ ہاں۔ میری بات قبول فرمائیں گے۔ کہ بالکل۔ کہ حضور مجھے خدا نے ایک لڑکی دی ہے۔ میں خاندان ثقیف کا رئیس ہوں۔ میرے اور کوئی اولاد نہیں۔ میں حضور کی خدمت میں اس لئے آیا ہوں۔ میری تمنا یہ ہے کہ جیسی میری لڑکی ہے، داماد میرا وہ ہو کہ میں دنیا کے سامنے فخر سے کہہ سکوں کہ آؤ دیکھو یہ ہے میرا داماد۔ آپؑ نے فرمایا، تم کیسے چاہتے ہو؟ کہ حضور اگر میری لڑکی کو قبول فرمالیں۔ آپؑ نے فرمایا منظور ہے۔ چنانچہ لیلیٰ کا عقد حضور سید الشہداء سے ہوا۔ توجہ فرمائیے ناصاحبان۔ بات یہ میری، غور فرمارہے ہیں نا حضور۔ سید الشہداء کی پہلی بیوی جو تھیں والدہ امام زین العابدینؑ وہ ایران کی شہزادی تھیں۔ پھر عقد ہوا آپ کا لیلیٰ سے۔ یہ قبیلہ بنی ثقیف کے سردار کی بیٹی تھیں۔ پھر عقد ہوا آپ کا رُباب سے جو عرب کے ایک رئیس امراؤ بن قیس کی بیٹی

تھیں۔ بہر نوع حضور۔ اس وقت میرا مطلب یہ سنانا تھا۔ یہ بات یاد رہے گی نا آپ کو۔ یاد رکھو گے نا اس کہانی کو۔ انشاء اللہ یاد رہے گی لیلیٰ کا عقد ہو گیا حضور سید الشہداء کے ساتھ۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ اب میری کہانی غور سے سنتے رہنا۔ تاکہ وقت میں بات بھی ختم ہو سکے۔ اور آپ بھی سن لیں۔ میرے محترم سامعین اور وہ محترم حضرات جو دھوپ میں بیٹھے ہیں مجھے ان کا بڑا احساس ہے۔ مگر میں دھوپ میں بیٹھنے والو تم سے یہ بات کہتا ہوں۔ تم تھوڑی دیر بیٹھو گے۔ پھر اسکے بعد اٹھ کے گھر چلے جاؤ گے۔ اور حسینؑ کی شہزادی فاطمہ کبراؑ پورے چھ سال دھوپ میں بیٹھی۔ چھ سال تک دھوپ میں بیٹھی رہی۔ پورے چھ سال۔ بہر نوع۔ یہ غم حسینؑ دھوپ اور سایوں کو مٹا دیتا ہے۔ ساری چیزیں ختم کر دیتا ہے۔ تو میرے محترم سامعین! حضور سید الشہداء کو خدا نے جب پہلا بیٹا امام زین العابدینؑ عطا فرمایا پہلا فرزند تھا سید الشہداء کا امام زین العابدینؑ۔ تو آپ نے اپنے بیٹے کا نام علیؑ رکھا۔ اور بچے کو قطعۂ رومال میں لپیٹ کر مسجد میں لے آئے۔ وہاں مسجد میں لٹا کر دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی امامؑ نے۔ خداوندا یہ نعمت تو نے مجھے دی تھی۔ میں تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کے مسجد میں لٹا چھوڑ کر بچے کو، گھر آ گئے۔ جب زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے، امیرالمومنینؑ اسوقت دنیا میں موجود تھے۔ انہیں یہ معلوم ہوا۔ مسجد میں گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ خداوندا حسینؑ تو تیرے سپرد کر گیا۔ میں مانگنے آیا ہوں۔ امام زین العابدینؑ کو جناب امیرؑ لے آئے ساتھ اور کہا کہ میں نے اسے خدا سے مانگ لیا ہے۔ میں پالونگا۔ یہ میرا بیٹا بن کے رہے گا۔ میں پرورش کروں گا اس کی۔ یہ تو امام زین العابدینؑ کی بات ہوئی۔ اب تفصیل میں جاؤں تو بڑی دیر ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ کے گھر بیٹیاں ہوئیں اس کے بعد جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا جسے آپ علی اکبرؑ کہتے ہیں تو یہ بطن جناب سیدہ لیلیٰؑ سے پیدا ہوا۔ جناب علی اکبرؑ جو لیلیٰؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ بتاؤ علی اکبرؑ کا یزید

سے کیا رشتہ تھا - بولو - لیلیٰ تھی نا پھوپھی زاد بہن - علی اکبرؑ کیا ہوئے - یاد رکھنا اس بات کو - علی اکبرؑ کیا ہوئے یزید کے - ہیں ؟ بھانجے - سمجھ رہے ہو نا صاحبان ؟ اور دوسرا بچّہ لیلیٰ کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی - جس کا نام ہے فاطمہ صغراؑ - ہیں - فاطمہ صغراؑ کیا ہوئیں یزید کی -؟ - بولو نا بھئی ؟ بھانجی - یاد رکھو گے اس بات کو - اس بات کو تم نے یاد رکھا تو ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا - جب حسینؑ جانے لگے کربلا تو آپ نے حکم دیا فاطمہ صغراؑ ہمارے ساتھ نہیں جا سکتی - اسے ہم ساتھ نہیں لے جائیں گے - پوچھا بیبیوں نے کیوں ؟ کہ یہ یزید کی بھانجی ہوتی ہیں - اگر یہ قید ہو کے دربار یزید میں گئی اور یزید نے بھانجی کے رشتے کی وجہ سے اسے قیدیوں سے جدا کر دیا - محل میں بھیج دیا - نیک نیتی سے بھانجی سمجھ کے - بھیج دیا محل میں - قیامت تک ہمارے دشمن ہمارے شیعوں کو یہ طعنہ دیا کریں گے - اس لیئے اس لڑکی کو لے جانا مصلحت کے خلاف ہے - اسے ہم نہیں لے جائیں گے اب سمجھے آپ فاطمہ صغراؑ کو کیوں چھوڑا تھا - ورنہ بیماری حسینؑ کے لیئے کیا شے ہے - اب آپ ذہن میں آگئی بات - جب شہزادہ علی اکبرؑ پیدا ہوئے - دوسرے فرزند تو حسب عادت حسینؑ نے اس بیٹے کو بھی لے جا کر مسجد میں لٹا دیا - وہی دو رکعت نماز پڑھی - وہی دُعا کی خداوندا تو نے یہ نعمت مجھے دی تھی - میں تیرے سپرد کرتا ہوں - اسوقت امیرالمومنین تو تھے نہیں - حسینؑ تو مسجد میں لٹا کے چلے آئے - اور برقعہ پہن کر زینبؑ گئیں مسجد میں - اور جا کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور بچّے کو اٹھا لیا - خداوندا اسے میں مانگتی ہوں علی اکبرؑ زینبؑ لے آئیں مانگ کے - اچھا تم جانو اور تمہارا بچّہ جانے - جناب علی اکبرؑ، زینبؑ کی گود میں پلے - زینبؑ کی گود میں پرورش پائی ، زینبؑ کے پاس رہے - یہاں تک کہ جس طرح امام زین العابدینؑ ، علی ابن حسینؑ کہلاتے ہیں - علی اکبرؑ، علی ابنِ زینبؑ مشہور ہوگئے - زینبؑ کا بیٹا علی اکبرؑ - زینبؑ کے بیٹے مشہور ہوگئے - اٹھنا زینبؑ کے ساتھ کھانا پینا زینبؑ کے ساتھ - گود میں زینبؑ کی - اگر کوئی شے مانگنی تو زینبؑ سے - کوئی

ضد کرتی ہو جناب زینبؑ سے ۔ بالکل سو فیصد اس شہزادہ کا تعلق جناب زینبؑ سے تھا۔
میری بات سن رہے ہیں صاحبان ۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے ۔ امام حسینؑ اکثر زینبؑ سے
کہا کرتے تھے بہن میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارا بیٹا مجھ سے بھی کوئی شے مانگے۔ زینبؑ جواب
میں کہتیں ۔ میرا بیٹا غیرت دار ہے ۔ وہ کیوں مانگے ۔ میں موجود ہوں ۔ کبھی علی اکبرؑ نے
حسینؑ سے کوئی سوال نہ کیا ۔ حسینؑ کے دل میں یہ تمنا تھی کہ یہ مجھ سے کچھ مانگے ۔ مجھ سے کوئی سوال
کرے ۔ مگر سب مانگتا زینبؑ سے ۔ جو سوال کرتا زینبؑ سے ۔ جو عرض کرتا زینبؑ سے ۔
ان کا نام ہی قبیلہ دنیا میں علی ابن زینبؑ مشہور تھا ۔ کون ہیں علی اکبرؑ ۔ زینبؑ کے بیٹے
ہیں ۔ حسینؑ کے بیٹے نہیں کہلاتے تھے ۔ علی ابن زینبؑ کہلاتے تھے ، باہر جانے لگتے تھے تا
گھر سے تو زینبؑ بازو پکڑ کے دعائیں کرتی تھیں میرے بچے کو کسی کی نظر نہ لگ جائے ۔
مشہور عربی کا محاورہ ہے ۔ علی اکبرؑ سے زینبؑ کہا کرتی تھیں کہ بیٹا اس طرح نہ چلا کر ، یہ
بالکل علیؑ کی چال ہے ، ادھر اُدھر چلا کر ۔ اس طرح پالتی تھیں ۔ سترھواں سال تھا کہ
مدینے سے روانہ ہو گئے چلے ۔ سنو گے ۔ اور آپ سنیں گے تو حیران ہوں گے ۔ حیران کیا
اس خاندان کی ساری باتیں ہی ایسی ہیں ۔ جب آل محمدؐ کی خواتین ، مدینے میں سوار ہونے لگیں
اپنی سواریوں پر تو اسوقت عصر کا وقت تھا ۔ ۲۸ رجب تھی ۔ سنو گے مسلمانو ۔ ایک ایک
ناقہ آتا تھا دروازے پہ ۔ اور آواز آتی تھی " مادرِ قاسمؑ کی سواری حاضر ہے "۔ اور
مادرِ قاسمؑ آتی تھیں ۔ قاسمؑ سلام کر کے انہیں سوار کراتے تھے ۔ پھر آواز آتی تھی فلاں
خاتون ۔ فلاں خاتون ، اور اس خاتون کے متعلقین سوار کراتے ۔ سب سے آخر میں
کالے پردوں والی محمل دروازے پر آئی ، ناقہ بٹھایا گیا ۔ اسوقت سیدالشہداءؑ مسجد میں بیٹھے
تھے ۔ اصحابِ رسولؐ سے گفتگو فرما رہے تھے ۔ آپ نے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا ۔ بھائیو
ذرا مجھے اجازت دو میں خود کھڑے ہو کر زینبؑ کو سوار کراؤں گا ۔ امامؑ خود تشریف لائے اور
قمر بنی ہاشمؑ نے آواز دی ۔ محلے والو ، اب زینبؑ سوار ہو رہی ہے ۔ اور دیکھو کوئی شخص

سواری پہ چڑھ کر زمین سے نہ گذرنے پائے ۔ کوئی آدمی چھت پہ نہ چڑھنے پائے ۔ محفل میں شور نہ ہو۔ خبردار جو کسی نے کوئی ایسی بات کی۔ اس طرح ایک ایک خاتون سوار ہو رہی تھی۔ امام خود آئے بہن کو سوار کرانے۔ جب آپؑ آئے ہیں سوار کرانے بہن کو ایک بازو زینبؑ کا حسینؑ نے ایک بازو علی اکبرؑ نے ہاتھ میں لیا۔ اس طرح دروازے تک آئیں۔ اور جب دروازے پہ پہنچی ہیں اس طرح تو یہ پہلا موقعہ ہے کہ زینبؑ نے اپنی زندگی میں علی اکبرؑ سے کہا کہ بیٹا میرا بازو چھوڑ دو ۔ علی اکبرؑ نے چھوڑ دیا۔ پھر حسینؑ سے کہا آپ بھی چھوڑ دیں۔ انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ بہن کیا بات ہے؟ کہ بس میری منشا یہی ہے مجھے سوار کرانے کے لیئے زین العابدین کو بھیجو۔ اور حضور امام زین العابدینؑ آگئے۔ کہا بیٹا تم مجھے خود سوار کراؤ۔ میرا تمہارا ساتھ ہے۔ سوار ہوگئے روانگی ہوگئی۔ اور سیدالشہدا نے حکم دیا کہ میرے باپ کے گھوڑوں میں سے جو سب سے شریف ترین گھوڑا ہو وہ زین العابدین کی سواری کے لیئے مخصوص کیا جائے۔ خاص طور پر زین بنایا گیا تھا۔ امام زین العابدینؑ کے لیئے ۔ نہایت نرم و نازک تھا۔ تاکہ سوار ہو کر کوئی تکلیف نہ ہو۔ گھوڑے کو خاص طور پہ سکھایا گیا تھا کہ وہ اشارے کے مطابق چلے ۔ لوگوں نے عرض کیا قبلہ ۔ آپ اور بیٹوں کی پرواہ نہیں کرتے زین العابدین کی بڑی پرواہ کرتے ہیں ۔ امام نے جواب میں فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اس کی ماں ایران کی شہزادی تھیں۔ اس کے بدن میں شاہی خون ہے۔ اس کا مزاج شہنشاہی ہے ۔ یہ کوئی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کا شاہی مزاج ہے۔ شاہی مزاج تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیئے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ شاہی مزاج کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور بات آگئی زبان پہ ۔ وہ بھی کہتا چلوں ۔ جب زبان پہ بات آئی ہے تو تمہیں سنا دوں۔ گھر میں یہ حکم تھا۔ اب سننا بڑے غور سے ۔ گھر میں یہ حکم تھا مستورات سے سیدالشہدا امام حسینؑ کا کہ دیکھو بیبیو۔ دیکھو میری بہنو۔ گھر کے اندر جب زین العابدین بیٹھے ہوں تو گھر کے اندر   بھی کسی کا سر نہ کھلنے پائے۔ میرے

بیٹے کا شاہی مزاج ہے یہ برداشت نہ کر سکے گا۔ اس کا شاہی مزاج اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس محفل میں میری، جتنے نوجوان بیٹھے ہیں ۔ ہمارے خون میں اب وہ ولولہ نہیں رہا۔ ہمارے خون میں اب وہ حرارت نہیں رہی ہے ۔ نوجوانوں سے معافی مانگ کر ۔ ان کے خون میں گرمی ہوتی ہے نوجوانوں کے ۔ ان سے میں معافی چاہ کر یہ بات سنانا چاہتا ہوں ۔ نوجوانو! ذرا غور سے سُننا میری بات کو ۔ تمہارے خون میں گرمی ہے ۔ مجھے یاد ہے کہ میں بھی نوجوان تھا۔ آج سے اکیس سال پہلے کی بات ہے اور میں دکن گیا تھا۔ وہاں میں نے یہ واقعہ پڑھا جو ابھی تمہیں سناتا ہوں تو نوجوانوں نے چاقو مار لیئے تھے ۔ پھر میں نے پڑھنا چھوڑ دیا اس واقعہ کو۔ اب میں اسے نرم کر کے پڑھتا ہوں ۔ نوجوانوں سے ڈر کے ۔ امام زین العابدینؑ کا واقعہ تمہیں سناتا ہوں ۔ امام زین العابدینؑ روانہ ہوئے مدینے سے تو بالکل ۲۲ سال کے تندرست جوان شہزادہ ۔ امامؑ نے چہرے پر نقاب ڈلوادی ۔ اور کسی کے نہیں ۔ لوگوں نے کہا قبلہ ان کے چہرے پر نقاب کیوں ڈلوادی ۔ فرمایا یہ شہزادہ ہے ۔ اس کے بدن میں شاہی خون ہے اور شاہی خون بازاروں میں بے نقاب نہیں چل سکتا ۔ میں کس طرح تمہیں وہ منظر سناؤں۔ باپ کے ساتھ ساتھ گھوڑے پر زین العابدینؑ سوار ۔ کربلا پہنچے ۔ حسینؑ سے دوسرے نمبر کا انسان امام زین العابدینؑ ۔ چوتھا امام ۔ وہی اعزاز تھا جو حسینؑ کے دوسرے نمبر کا ہونا چاہیئے ۔ توجہ ہے ناصاحبان ۔ میرے محترم سامعین، نویں تاریخ آئی محرّم کی ۔ نو کی شام کو امام زین العابدینؑ کو بخار ہوا ۔ یہ غشی کب تک رہی؟ دسویں کی شام تک ۔ اللہ نے یہ انتظام کیا تھا ۔ اسواسطے یہ غشی مسلّط کر دی تھی کہ امام کی ھل من ناصر کی آواز ان کے کانوں تک نہ پہنچے ۔ ورنہ جہاد فرض ہو جاتا اور امامت کا سلسلہ ختم ہو جاتا۔ جب بخار ہوا۔ آپ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے بخار انتہا کا تھا ۔ غشی کا عالم اور ایک سندھی خاتون جو آپ کی ماں کے ساتھ گئیں تھیں،

شہربانو کے۔ وہ آپ کی دایہ تھیں۔ تیمار دار تھیں۔ اسے امام زین العابدینؑ کی امّاں کہتے تھے۔ وہ پاس بیٹھی تھیں۔ جب رات کے نو دس بجے تو آپ نے سُنا۔ سیّدالشہدأ نے اپنے خیمے میں اپنے ساتھیوں کو بلا کے ایک کانفرنس کی اور اس میں یہ فرمایا۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہ تم جا سکتے ہو۔ سُنا ہے نا آپ نے؟ یہ نہیں کہا تم جاؤ۔ اگر کہتے جاؤ۔ پھر وہ رُک نہ سکتے۔ پھر انہیں جانا پڑتا۔ یہ نہیں کہا، یہ کہا کہ تم جا سکتے ہو۔ تمہاری مرضی۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نہیں جائیں گے، جو آپ نے سُنا ہے۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ اچھا تم ایک کام کرو۔ اپنے خیمے اکھاڑ کر جہاں جہاں لگے ہوئے ہیں۔ اور سیدانیوں کے خیموں کے چاروں طرف لگاؤ۔ سن رہے ہو۔ تاکہ سادات کے خیموں کی رات میں حفاظت ہو سکے۔ اور یہ بے حیا فوج اگر رات میں حملہ کرنا چاہے تو ان ساداتؑ کی حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ سب اصحاب کے خیمے اُکھڑ کے چاروں طرف لگ گئے۔ میری بات سُن رہے ہو نا غور سے۔ انہوں نے اپنے خیموں میں بیٹھ کے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ مُناجاتیں پڑھنا شروع کر دیں۔ مذہبِ اہلبیتؑ کے قصیدے پڑھنا شروع کر دیئے۔ مرنے کی عید ہو رہی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے کہ تمہیں مبارک ہو۔ کل مرنا ہے۔ رات کے ایک بجے کا وقت اور ان کے خیموں سے آوازیں آ رہی تھیں قرآن کی۔ حدیث کی، مناجاتوں کی۔ تم تیار ہونا۔ اب بات جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ جب ان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ خیموں میں قرآن پڑھنے کی۔ مناجات پڑھنے کی اسوقت امام زین العابدینؑ کو غشی سے افاقہ ہوا۔ آپ ذرا بیدار ہوئے۔ بیدار ہو کے پوچھا اپنے تیمار دار سے کہ کس کی آواز میں سُن رہا ہوں۔ تو خاتون نے کہا کہ جو ہمارے اصحاب ہیں۔ جو ہمارے جانثار ہیں۔ وہ اپنے خیموں میں قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ ان کی آواز آ رہی ہے یہ۔ آپؑ نے فرمایا اچھا۔ اور میرے ابّا کہاں ہیں۔ کہ وہ وہاں مصلّے پہ بیٹھے ہیں۔ کہ تم جاؤ اور میرے ابّا کو یہ کہو کہ بیٹے کو غشی سے افاقہ ہے

اور آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس خاتون نے آ کے امام کو سلام پہنچایا۔ امامؑ مصلّے سے اٹھے اور سیدھے بیمار کے خیمے میں گئے۔ امام زین العابدینؑ تعظیم کو اٹھے۔ امام نے بٹھایا۔ نبض دیکھی۔ پیشانی پہ ہاتھ رکھا۔ بیٹا بخار کا کیا حال ہے؟ طبیعت کیسی ہے؟ بیٹا جلدی جلدی اچھے ہو جاؤ۔ بڑا کام کرنا ہے۔ میں مومنین کو یہ بات کہتا ہوں۔ جس کسی کو پریشانی ہو یہ دعا پڑھ لیا کرے۔ چھوٹی سی دعا ہے۔ کتابوں میں لکھی ہے۔ وہ دعا تعلیم کی۔ جب یہ باتیں ہو چکیں تو امامؑ نے پوچھا۔ بیٹا تم نے مجھے کیوں یاد کیا تھا اسوقت۔ کہ ابا ایک بات عرض کرنی ہے۔ ہاں کہو بیٹا۔ یہ جو ہمارے اصحاب ہیں۔ یہ جو ہماری فوج ہے۔ جو ہمارے سپاہی ہیں۔ جو ہمارے مددگار ہیں۔ یہ ہمارے محسن ہیں۔ میں قیامت تک ان کا احسان مند رہوں گا۔ ان کے ہم شکر گزار ہیں۔ اور ابا ان کی آخری خدمت جو ہے دفن کی وہ تو میں کروں گا۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی قبر پہ کھڑا ہو کے میں کہونگا۔ میرے ماں باپ تجھ پہ قربان ہوں۔ تم ہمارے محسن ہو۔ تم نے ہماری بڑی مدد کی ہے۔ ہاں بیٹا ٹھیک کہتے ہو یہ ہمارے بڑے محسن ہیں۔ کہ قبلہ ان تمام باتوں کے باوجود میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ بات ہے یہ سب کچھ صحیح مگر ہیں تو نامحرم۔ ان کی آواز ہمارے زنانے خیموں میں آتی ہے۔ ممکن ہے ہماری عورتوں کی آواز وہاں جا رہی ہو۔ ان کے خیمے ذرا فاصلے پہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہنا تھا کہ امامؑ بیٹھے تھے۔ اُٹھے۔ سید الشہداء پھر بیٹھے۔ پھر اٹھے۔ پانچ چھ مرتبہ کبھی اُٹھے، کبھی بیٹھے۔ گھبرا کے کہتے ہیں بیٹے سے، بیٹا زین العابدینؑ۔ آج کی رات تو یونہی رہنے دو۔ کل جو رات آئے گی، تم جانو اور خیمے۔ ایک دفعہ پھر غش آ گیا امامؑ زین العابدینؑ کو۔ اس غش سے کب افاقہ ہوا، یہ پھر بتاؤں گا۔ اب آرام آرام سے سنتے چلیں کہانی کی طرح۔ اور میرے معزز سامعین ہر سال میں حاضر ہوتا ہوں۔ پتہ نہیں اگلے سال آنا ہو۔ ممکن ہے یہ آپ کی آخری زیارت ہو۔ میں آپ سے بڑے خلوص سے یہ معافی مانگتا ہوں۔ یہ میں آپ کو اپنے گھر کی کہانی سنا رہا ہوں۔ میں شرمندہ ہوتا ہوں، مجبوری بن گئی۔

کہانی ایسی ہے میں کیا کروں۔ دل نہیں چاہتا سنانے کو۔ مگر کہانی ایسی ہے۔ بات کو میری سنوگے؟ امامؑ کی فوج میں جو موذن تھے ان کا نام تھا حجاج ابن سعود۔ جب صبح ہوئی تو وہ اذان کے لیئے اٹھے۔ امامؑ نے فرمایا۔ حجاج بھائی آج تم اذان نہ کہو۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اور آپ نے فرمایا علی اکبرؑ بیٹا آج تم اذان کہو۔ شہزادہ علی اکبرؑ نے اذان کہی۔ اُدھر کہا اللہ اکبر۔ ادھر لوگوں کے کانوں میں رسُول کی آواز گونجی اور تمام خواتین خیموں سے نکل کر باہر آگئیں۔ اور زینبؑ نے حکم دیا بی بیو خاموشی سے اذان سنو۔ اس کے بعد یہ آواز نہ سُن سکوگی۔ اذان ہوئی۔ نماز ہوئی۔ اور اس کے بعد امامؑ نے تیاری کی، رخصت ہوئے۔ میدان میں آگئے۔ میں مختصر کرتا جا رہا ہوں اب بات کو۔ چند لمحوں میں تیاری ہونے لگی میدان کی۔ اور سیدالشہدأ کے کان میں آواز آتی رہی۔ مولا میں گر گیا۔ میرے آقا میں گر گیا۔ اور ہر آواز پہ امامؑ جاتے رہے۔ جب تقریباً قریب قریب پچاس لاشیں حسینؑ اٹھا چکے تو اسوقت ایک بج گیا۔ پچاس لاشیں اٹھانے کے بعد۔ حسینؑ کے صحابیوں میں ایک صحابی تھے مسیّب کے رہنے والے۔ سعیدؓ نام تھا۔ بڈھے آدمی تھے۔ وہ آئے مولاؑ کے سامنے اور کہنے لگے قبلہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ خدا تجھے نمازیوں میں محشور کرے ظہر کا وقت ہے۔ کیا چاہتا ہے تو سعید؟ کہ قبلہ یہ میری آخری نماز ہے۔ میں آپکے ساتھ جماعت سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ چند ساتھی جو باقی رہ گئے تھے بیٹھ کے سب نے تیمم کیا اور آپؑ نے فرمایا اس فوج سے کہہ دو کہ چند منٹ کے لئے تیر روک دے۔ ہم یہ جماعت کی آخری نماز پڑھ لیں۔ فوج نے تیر نہ روکے۔ صف بن گئی۔ اور یہ سعیدؓ صف میں سے نکلے، جنہوں نے نماز کا کہا تھا۔ کہا مولاؑ آپ نماز پڑھائیں میں سامنے کھڑا ہوں۔ کہ کیوں؟ کہ میں آپ تک کوئی تیر نہیں آنے دوں گا۔ ادھر سے تیر آتے رہے۔ اُدھر سے یہ سعیدؓ پسلیوں پر تیر روکتا رہا۔ تمام تیر گھس گئے بدن میں۔ اِدھر امامؑ نے سلام پھیرا۔ اِدھر یہ گرا گود میں معہ ان تیروں کے۔ اور گر کر پوچھتا ہے (هل وفيتُ يا ابن رسول الله۔)

رسولؐ کے بیٹے آپ مجھ سے راضی ہیں۔ میری نماز ہوگئی ہے قبلہ؟ اور امامؑ جواب میں فرماتے ہیں انتَ امامی فی الجنۃ سعیدؓ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔ جب میں جنت میں جاؤں گا تو میرے آگے آگے چلے گا۔ سعیدؓ نے فرمائش کی۔ قبلہ اگر میں وہاں آگے چلوں گا تو میری ایک فرمائش ہے۔ کیا؟ کہ یہ تیر میرے بدن سے نہ نکالنا۔ میں ان تیروں سمیت تیرے نانا کے سلام کو جاؤں گا۔ اسی طرح جنت میں جاؤں گا ان تیروں سمیت اور اس کے بعد سعیدؓ گود میں لیٹے ہیں۔ ایک دم کہنے لگے قبلہ یہ کسی نے میرا سر اپنی گود میں لے لیا ہے ــــ امامؑ نے فرمایا سعیدؓ میرا سلام کہو یہ میرے ناناؐ آگئے ہیں۔ قبلہ یہ کوئی میرے سینے پہ ہاتھ پھیر رہا ہے کہ میرے بابا حیدر کرارؑ ہیں۔ یہ کوئی میرے ہاتھ دبا رہا ہے۔ کہا یہ میرے بھائی حسنؑ آگئے۔ اور ایک دفعہ گھبرا کے سعیدؓ نے کہا یہ میرے پیروں کے پاس کوئی آگیا۔ امامؑ نے فرمایا سعیدؓ ذرا پاؤں ہٹا دو میری اماں آگئیں۔ میری اماں ہیں۔ اور میرے معزز سامعین! سعیدؓ کی شہادت ہوگئی۔ اس واقعہ کو مولانا روم نے اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے انہوں نے نماز کی بجائے یہ کام کیا تھا۔ اس بات کو مولانا روم مثنوی میں لکھتے ہیں ــــ

نمازِ ظاہری ذکر و سجود است ، ؞ نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

یہ ذکر اور سجدے، یہ ظاہری نماز ہے ، وہ عاشقوں کی نماز تھی جو تیر کھا کے کرے ،

میں نے جب کربلائے معلیٰ میں محرّم کیا تھا نا بھائی تو دسویں محرّم کو ہزاروں قافلے ماتمی آئے تھے۔ ایک دروازے سے آتے تھے تو دوسرے سے نکل جاتے تھے۔ ایک بجے ظہر کے وقت ایک قافلہ آیا۔ پچیس تیس جوانوں کا۔ کرتے انہوں نے اتارے ہوئے تھے۔

حسینؑ حسینؑ ــ ماتم کرتے ہوئے حرم میں داخل ہوئے۔ اور تمام لوگوں نے انہیں راستہ دے دیا۔ وہ آکے ضریح کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے۔ ایک ہاتھ سے ضریح پکڑلی اور ایک ہاتھ سے ماتم شروع کر دیا۔ تمام حرم میں کہرام مچا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا کہ یہ سعیدؓ، جنہوں نے نماز پڑھائی تھی۔ یہ اسکی اولاد ہیں۔ یہ ہر سال

ظہر کے وقت آتے ہیں یہاں۔ اب ان کا نوحہ سُنو یہ کیا نوحہ پڑھ رہے ہیں ۔ اور وہ نوحہ میں کہہ رہے تھے ۔ حسینؑ ظہر کا وقت ہے اٹھو۔ سعیدؑ کی اولاد حاضر ہے ۔ اور اسی نماز کے وقت حضرت حبیبؓ بھی شہید ہو گئے ۔ اصحاب سب شہید ہو گئے۔ اب باری اولاد کی آ گئی ۔ اور مولاؑ، آقا کی آواز آنی بند ہو گئی ۔ اب صرف اولاد باقی رہ گئی بنی ہاشمؑ کی ۔ یہ باقی رہ گئے صرف تو امامؑ نے جوان کے سامنے کھڑے ہوئے تھے مُسلم کے بچے عقیل کے بچے ۔ حضرت مسلم کے بھائی جناب عباس چاروں بھائی سمیت، جناب امیرؑ کے دوسرے صاحبزادے ، امام حسنؑ کے بیٹے ، یعنی اولاد بنی ہاشم۔ یہ سامنے کھڑے ہوئے امام نے ایک نظر سب پر ڈال کر اور خود فرمایا " سبتی یا بنیّہ " ان سب سے پہلے بیٹا علی اکبرؑ تم جاؤ میدان میں۔ میں یہ نہیں گوارا کرتا کہ دوسرے بچے شہید ہو جائیں اور میرا بیٹا بچ جائے۔ سب سے پہلے تم جاؤ بیٹا۔ بس اس حکم کا ہونا تھا علی اکبرؑ روانہ ہو گئے۔ ابھی دس بیس قدم گئے ہوں گے کہ امامؑ نے آواز دی واپس آؤ۔ علی اکبرؑ واپس آئے۔ حکم ؟ کہ جانے سے پہلے خیمہ میں جاؤ۔ ماں کو سلام کرو، پھوپھی سے ملو۔ بہنوں سے رخصت ہو۔ پھر جانا۔ علی اکبرؑ نے گھوڑا وہیں چھوڑا۔ اتر کے گھوڑے سے خیمے میں گئے، اور امامؑ ساتھ گئے۔ امامؑ ساتھ گئے۔ سُنو جہاں جہاں بیٹھے ہو۔ سب سے پہلے ماں کے پاس گئے لیلیٰؑ کے۔ اور جا کے سلام کیا۔ امّاں سلام۔ جو جو مستورات میری بات سُن رہی ہوں عورتیں، وہ بھی سُن لیں۔ اور مرد بھی سُن لیں کہ لیلیٰؑ جواب کیا دیتی ہے ؟ لیلیٰؑ کہتی کیا ہے سلام کے جواب میں۔ اکبر بیٹا تم ابھی زندہ ہو ؟ میں تو منّت مانے بیٹھی ہوں میرا لال کہ تیری میّت آئے تو شکریے کی نماز پڑھوں۔ سنو علی اکبرؑ بیٹا۔ میرا معاملہ بڑا نازک ہے بیٹا۔ میرا اس کم بخت سے رشتہ ہے یزید سے۔ تجھے پتہ ہے یا نہیں؟ اگر تو کسی سے پیچھے رہ گیا چاہے کسی اور وجہ سے رہ جائے۔ کہیں دنیا یہ نہ کہہ دے کہ ماں نے ۔ ۔ لیا ہو گا۔ بیٹا تیری ماں کی عزّت کا سوال ہے۔ جلدی جا۔ اور بیٹے نے کہا امّاں میں جا رہا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔

یہ کہہ کے آئے پھوپھی کے پاس۔ باپ نے فرمایا زینبؑ سے بہن زینبؑ، اکبرؑ تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کچھ بات کرنے آئے ہیں۔ آج میں سننا چاہتا ہوں کہ پھوپھی بھتیجے میں کیا بات ہوتی ہے۔ زینبؑ ذرا سنبھل کر بات کرنا آج۔ علی اکبرؑ گئے۔ اماں سلام زینبؑ نے دعائیں دیں۔ لیٹ گئے۔ گود میں سر رکھدیا پھوپھی کے۔ اور پھوپھی نے پیار سے سر پہ ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ امامؑ دیکھ رہے ہیں کہ بات کیا ہوگی۔ بات کیا کی بیٹے نے اماں۔ بیٹا۔ میں نے ساری عمر کبھی کوئی بات پوچھی تو آپ سے۔ کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ سے۔ سیکھا تو آپ سے۔ کوئی سوال کیا تو آپ سے۔ آج میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اور زینبؑ کہتی ہے ہاں بیٹا پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ کرو سوال۔ کہ اماں یہ بتلاؤ کہ خدا کی نظروں میں آپ کا مرتبہ زیادہ ہے یا دادی فاطمہؑ کا۔ اور زینبؑ جواب میں کہتی ہے کہ بیٹا۔ اتنے سمجھ دار ہو کے یہ کیا پوچھ رہے ہو۔ میں تو فاطمہؑ کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ میں کجا۔ فاطمہؑ کجا۔ جب زینبؑ نے یہ کہا تو اُٹھ کے بیٹھ گئے، اور بیٹھ کے کہتے ہیں اماں۔ اگر یہ بات ہے کہ دادی فاطمہؑ کا مرتبہ بہت زیادہ ہے آپ سے تو آج ایک کام تو کر دو۔ کیا بیٹا؟ کہ آج فاطمہؑ کے بیٹے پہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ اور امامؑ نے فرمایا۔ زینبؑ بہن نہ کہتا تھا ذرا سنبھل کے بات کرنا۔ اب بتاؤ کیا جواب دوگی؟ زینبؑ نے سر جھکالیا۔ اور دونوں بہن بھائیوں نے کھڑے ہو کر لباس پہنایا اور اکبرؑ کو رخصت کیا۔ خیمے سے۔ خود فوج یزید اس بات کی راوی ہے۔ ہم غور سے دیکھ رہے تھے۔ حسینؑ کے خیمے کا پردہ کبھی اٹھتا، کبھی گرتا تھا۔ بڑی دیر لگ گئی۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ علی اکبرؑ رخصت ہو کے گھر سے جب باہر نکلنے لگتے ہیں کبھی کوئی بہن آ کے دامن پکڑ لیتی ہے۔ کبھی کوئی پھوپھی روک لیتی ہے۔ کبھی چچی روک لیتی ہے۔ جب بڑی دیر ہوگئی تو امامؑ نے فرمایا "بی بیو مسافر کا راستہ نہ روکو"۔ اکبرؑ کو جانے دو۔ بی بیاں دم بخود ہوگئیں۔ علی اکبرؑ آخری مرتبہ روانہ ہوتے۔ تو جہاں جہاں بیٹھے ہو

صاحبو ۔ اَب کے جو چلے ہیں آخری مرتبہ تو ایسا منظر بن گیا کہ حسینؑ جیسا صابر بھی آنکھوں پہ رومال رکھ کے باہر آگیا ۔ دیکھ نہ سکا اس منظر کو ۔ وہ یہ تھا کہ اکبرؑ روانہ ہوئے کانوں میں ایک آواز آئی ۔ اکبر ہم سے نہیں ملنا ۔ اب جو مڑ کے دیکھا تو بیمار بھائی چلا آرہا تھا ۔ اور دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے لگ گئے ۔ اَب یہ منظر حسینؑ بھی نہ دیکھ سکے ۔ باہر آئے ۔ اور بس بھائیو اَب میں مختصر کر دوں ۔ میں بھی تھک گیا ہوں ۔ بھائی سے رخصت ہو کے علی اکبرؑ باہر آئے ۔ کس کس بات کو کہوں اور کیا کیا کہوں جوانو ! نوجوانو تم نے ماتم کرنا ہے اور میرا ذاتی ایمان ہے کہ بیس صفر کی چہلم کی مجلس میں چاہے وہ کہیں بھی ہو دو معصوم ضرور آتے ہیں ۔ ایک امام زین العابدینؑ اور ایک جناب زینبؑ ۔ اور بی بی زینبؑ سے آپ کی سفارش ہے کہ بی بی آج یہ شاہ جن چراغ میں مجلس ہو رہی ہے ۔ میں ان سادات کی اجازت سے جنہوں نے یہ مجلس کی ہے ۔ یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم تیرے علی اکبرؑ کا چہلم کر رہے ہیں تاکہ ہماری یہ مجلس اکبرؑ کی مجلس ہو جائے ۔ باہر نکلے اور امامؑ نے خود گھوڑے کی رکاب پکڑ کے سوار کرایا ۔ سوار ہوئے ۔ چلے ۔ پیچھے پیچھے حسینؑ اور آگے آگے اکبرؑ ۔ جب دس بیس قدم چلے ۔ گھوڑا رکا ۔ بابا میں نہ جاؤں ؟ آپ کیوں آرہے ہیں ؟ حسینؑ نے بس ایک جواب دیا ۔ علی اکبرؑ بیٹا ، تمہیں میرے دل کا اندازہ نہیں ۔ تمہارے کوئی جوان بیٹا جو نہیں ۔ حسینؑ بیٹھ گئے ۔ اکبر چلے گئے ۔ اب میں اپنی وہ مختصر گفتگو کرتا ہوں ۔ اکبرؑ میدان میں ، حسینؑ ریت کے ٹیلے پر ۔ زینبؑ دروازے میں ۔ لیلیٰ مصلّے پر ۔ لیلیٰ کی نظر زینبؑ پر ۔ زینبؑ کی نظر حسینؑ پر ، حسینؑ کی نظر اکبرؑ پر ۔ اکبرؑ کی نظر فوجوں پر ۔ سن رہے ہو نا میری بات کو ؟ اور مختصر کر دوں ۔ دس منٹ گزرے ہونگے اکبر گھوڑے سے گرے ، حسینؑ ٹیلے سے گرے ۔ زینبؑ دروازے پر گریں ۔ لیلیٰ سجدے میں گریں ۔ تھوڑی دیر بعد حسینؑ اٹھے ۔ میدان میں آئے ۔ جب علی اکبرؑ کی میت

تو دس قدم کے فاصلے پر رہ گئی۔ تو کھڑے ہو کر آواز دی۔ اکبرؑ بیٹا، ہمیں پکار دو، ہمیں آواز دو۔ ہم تمہاری آواز کے سہارے تم تک پہنچیں گے۔ ہمیں بیٹا راستہ نظر نہیں آرہا۔ ہماری آنکھیں کام نہیں کر رہی ہیں بیٹا۔ اور اکبرؑ نے آواز دی "ابیتا یا ابتٗ" بابا میں یہاں ہوں۔ پہنچے۔ لاش کو دیکھا۔ اکبرؑ تڑپ رہے تھے۔ جوان کا تڑپنا جو باپ نے دیکھا۔ گھبرا گئے۔ میں نے کہا ہے یہ لفظ تو۔ اب تمہیں میں خدائے سخن ابوالکلام انیسؔ کا ایک شعر سناتا ہوں۔ جب بیٹے کو تڑپتے دیکھا تو حسینؑ نے کیا کہا۔ اس کو انیسؔ نے نظم کیا ہے۔ تڑپتے دیکھ کر علی اکبرؑ کو حسینؑ کیا فرماتے ہیں؟ کہ بیٹا ؎

بے چین ہو تم دل میرا گھبراتا ہے بیٹا

تم بے چین ہو میرا دل گھبرا رہا ہے

مر جاؤ کہ اب صبر میں فرق آتا ہے بیٹا

بیٹھ گئے۔ لاشے کو گود میں لیا۔ اکبرؑ ہم آگئے۔ بابا آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ سنو گے جوانو۔ حسینؑ نے ہزاروں دفعہ کہا ہے زندگی میں کہ اکبرؑ ہم سے کچھ مانگو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم کچھ مانگو۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ اکبرؑ کہتے ہیں، بابا میں ایک چیز مانگتا ہوں۔ حسینؑ کی تمنا ہے ساری عمر کی۔ حسینؑ نے کہا مانگو بیٹا کیا مانگتا ہے۔ پہلی مرتبہ مانگا ہے بیٹے نے۔ کیا؟ بابا ایک شے چاہیئے۔ کیا میرے لال؟ ایک گھونٹ پانی کا۔ مانگا بھی تو کیا مانگا۔ حسینؑ نے آسمان کو دیکھا اور کہا بیٹا یہ تو ممکن نہیں۔ اور کوئی شے مانگو میرے لال۔ بابا اور شے یہ مانگتا ہوں کہ مجھے خیمے میں لے چلو تاکہ میں اپنی اماں سے جا کے بات کر سکوں۔ ہاں یہ بات، ہم کریں گے۔ لو اب میں ختم کر رہا ہوں گفتگو کو۔ توجہ سے سننا جوانو۔ تم نے آج جوانوں کا ماتم کرنا ہے یہاں۔ امامؑ نے لاش اٹھائی۔ ہاتھ کانپے۔ لاش گرنے لگی۔ ثانی، دوبارہ اٹھائی۔ سہ بارہ اٹھائی۔ جب جوان کی میت بوڑھے باپ سے نہ اٹھ سکی، تو باپ نے فرمایا اکبرؑ بیٹا یوں کرو۔ دونوں ہاتھ میرے

گلے میں ڈال لو۔ کچھ تم سہارا کرو۔ کچھ میں سہارا دوں۔ اکبرؑ نے ایک ہاتھ باپ کے گلے میں ڈال دیا۔ باپ نے فرمایا، بیٹا دونوں ہاتھ۔ کہ آیا ہیں بایاں ہاتھ اپنے سینے سے ہٹانہیں چاہتا۔ مولاؑ نے کہا کیا بات ہے؟ میں اپنا سینہ آپ کو دکھانا نہیں چاہتا آیا۔ نہیں میرے لال دکھاؤ کیا بات ہے؟ امامؑ نے حکم دیا۔ اکبرؑ نے ہاتھ ہٹایا۔ حسینؑ نے دیکھا۔ کیا دیکھا۔؟ کہ برچھی ٹوٹ کے وہیں لگی ہوئی ہے۔ ایک انچ باہر نکلی ہوئی ہے۔ حسینؑ نے کہا یہ بات تھی بیٹا۔ گھبراؤ نہیں بیٹا۔ لٹایا بیٹے کو۔ ایک ہاتھ رکھا سینے پہ، ایک ہاتھ سے پکڑی برچھی اور بلند آواز سے کہا۔ نانا رسولؐ اللہ، دادا ابراہیمؑ کو ساتھ لے کر کربلا میں آؤ، اور آکے دیکھو میری آنکھوں پہ پٹی نہیں ہے۔ میرا ہاتھ نہیں کانپ رہا۔ آکے دیکھو تو سہی۔ یہ کہہ کے جو برچھی ہلائی۔ برچھی ہلی تو اس میں چھدا ہوا اکبرؑ کا دل ہلا۔ دل ہلا تو سارا بدن کانپا۔ بدن کانپا تو کربلا کی زمین کانپی۔ کربلا کی زمین لرزی تو حسینؑ کے خیمے لرزے۔ خیموں کا لرزنا تھا کہ دروازے سے آواز آئی۔ بہن کو آنے دے۔ دونوں مل کے یہ کام کریں گے۔ اکیلا نہ کر حسینؑ۔ زینبؑ کی آواز حسینؑ نے سنی کہ باہر آنا چاہتی ہے۔ اِدھر حسینؑ نے مڑ کے حکم دیا کہ بحیثیت امامؑ کے حکم دیتا ہوں علی اکبرؑ کے گھوڑے دروازے پہ جاکے زینبؑ کو روک دے۔ امامؑ نے کہا۔ سنتے ہی گھوڑا دروازے پہ پہنچا، تاکہ زینبؑ دروازے پہ رک جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو زینبؑ دروازے سے باہر آجائے۔ اور حسینؑ نے لاش اٹھائی اور لے کے روانہ ہوئے۔ بس بھائیو یہ میری گفتگو کا اختتام تھا۔ یہاں بات میں نے ختم کردی۔ نوجوانو تم نے ماتم کرنا ہے آج۔ کرنا ہے نا؟ بولو بھئی۔ ایک دفعہ میرے سامنے تو سینے پہ ہاتھ مار کے کہو یاحسینؑ۔ یاحسینؑ۔

موت و حیات

عنوان

فضائل :- موت و حیات

مصائب :- امام موسیٰ کاظمؑ

کبھی گزرا ہوں بغداد کے بازاروں سے
لاشیں رہ رہ کے ابھرنے لگیں دیواروں سے

سید جعفر طاہر

حضرات: کافی دیر سے آپ مجلسِ عزا میں تشریف فرما ہیں ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر تک بیٹھنے سے اب آپ حضرات کافی تھک چکے ہوں گے ـــــ اور میں کوئی مجلس پڑھنے اس وقت حاضر نہیں ہوا آپ کی خدمت میں ـــــ بلکہ اختتامِ مجلس پر شکریہ کے الفاظ ادا کرنے حاضر ہوا ہوں ـــــ میری آواز پہنچ رہی نا جناب ؟ (یعنی یہ آواز نہیں جا رہی بیٹیا) اچھا اب جا رہی ہے آواز ـــــ دیکھو میرے معزز سامعین ! میں جو بھی بات کر رہا ہوں میرے اور آپ کے درمیان یہ ذاتِ شریف وسیلہ ہے ـــــ یہ چاہیں تو میری آواز پہنچائیں چاہیں تو نہ پہنچائیں ـــــ اگر وسیلہ ٹھیک ہو تو کام ٹھیک ہوتا ہے ـــــ وسیلہ غلط ہو تو کام غلط ہو جاتا ہے ـــــ اس وسیلے (لاؤڈ سپیکر) کا اس لئے اعتبار نہیں کہ یہ کرائے کا وسیلہ ہے ـــــ بہر نوع ـــــ خدا کرے یہ کام دیتا رہے ـــــ خدا کرے یہ آپ تک میری آواز پہنچاتا رہے ـــــ ہاں تو میں اس عرض سے آغاز کرتا ہوں کہ ہر انسان تین چیزوں سے مل کر انسان بنتا ہے ـــــ ایک جزو کا نام ہے ـــــ روح ، ایک جُزو کا نام ہے ـــــ نفس ـــــ نفسِ ناطقہ ـــــ روح و نفس و جسم ان تینوں چیزوں کے مجموعے سے انسان ، انسان بنتا ہے ـــــ میری بات پہ غور فرمایا آپ نے ـــــ آپ اور ہم سب ان تین چیزوں سے مل کر بنتے ہیں ـــــ ایک جسم ہے ـــــ ایک روح ہے ـــــ ایک نفسِ ناطقہ ہے ـــــ پوری توجہ ہے نا صاحبان ـــــ جسم جو ہے ـــــ یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں ـــــ اس کے سُنا ہے چار جزو ہیں ـــــ سُنا ہے ـــــ میں نے اس لئے کہا کہ اصلی بات ڈاکٹر صاحبان اور کئی حضرات جانتے ہیں ـــــ ہم ملا لوگ تو سُنی سنائی بات کرتے ہیں ـــــ سنا ہے کہ جسم

سے کے چار جزو ہیں چار عناصر ہیں کیا کیا ہیں وہ چار عناصر بھئی؟
جن سے جسم بنتا ہے وہ اربعہ عناصر کیا ہیں؟ آگ، پانی، مٹی، ہوا
لوجی میں بوڑھا ہو گیا چار کے نام ہی یاد نہیں اللہ جانے کیا کیا ہیں
ان چار سے انسان کا جسم بنا ہے۔ ایک آگ ایک کیا؟ پانی
ایک کیا؟ مٹی ایک کیا؟ ہوا یہ چار جب آپ کے باوا
آدم بنے تھے وہ بھی انہی چار سے بنے تھے تو فرشتوں نے دیکھ کے کہا تھا
کہ یا اللہ یہ پتلا جو ان چار سے بنا ہے ضرور فساد کرے گا کیوں فساد
کرے گا؟ کہ یہ ایسے چار اکٹھے ہوئے ہیں جن کا خاندان مختلف، قبیلہ مختلف،
نسل الگ، قوم الگ ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہی نہیں بے جوڑا،
چار کب تک اکٹھے رہیں گے بہر نوع ہم ان چار سے مل کر بنے ہیں
• اب آپ نے کہا ہے کہ آپ کے جزو چار ہیں مجھے تو یاد نہیں ایک
آگ، ایک پانی، ایک مٹی، ایک ہوا مگر جس سے میں پوچھتا ہوں کہ
بھئی تم کون ہو کہ جی میں تو خاکی بندہ ہوں کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں ہوائی بندہ ہوں
حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ ہوا بھی ہے ہمارے اندر کوئی نہیں کہتا میں تو
جناب آبی بندہ ہوں، کسی نے اپنے آپ کو ناری نہیں کہا آج تک لڑنے
کو تو چار اور نام لینے کو ایک بہر نوع ان سے ہمارا جسم بن گیا دوسرا
جزو ہے ہمارا نفس اس کے بھی اجزا ہیں وہ بڑی لمبی تشریح ہے،
وہ سناؤں تو وقت بڑا لگے گا اس کے بھی اجزا ہیں وہ بڑی لمبی
تشریح ہے اسی طرح روح ہے۔ میرے محترم بھائیو جسم کو بھی غذا کی ضرورت
ہے، نفس کو بھی غذا کی ضرورت ہے روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے
یہ تینوں چیزیں زندہ رہیں تو جسم زندہ رہتا ہے اگر کوئی انسان روح

کو تو بہت غذا دے دے اور جسم کو تباہ کر دے ــــ اس نے وَن تھرڈ انسانیت
تباہ کر دی ــــ اور اگر کوئی جسم کو پالتا ہے تو یہ بھی غلط ۔ ہر چیز کو پالنا چاہیئے
ــــ اب یہ بتایئے کہ یہ جو موت آتی ہے ــــ جو انسان مرتا ہے ــــ وہ کیا
شے ہے؟ کیوں بھئی کیا چیز ہے وہ؟ موت کیا ہے؟ بولو نا بھئی، موت کیا ہے؟
آپ اس لئے نہیں بتا رہے کہ جو بتا رہے ہیں انہوں نے ابھی موت کو دیکھا نہیں۔
جنہوں نے دیکھ لیا وہ آکے بتاتے نہیں ــــ اس لئے پتہ ہی نہیں چلتا کہ موت
کیا ہے ــــ ہے ایسی ضروری چیز موت ــــ ایسی ضروری چیز ــــ کہ جو اللہ کو
نہیں مانتے ــــ وہ موت کو مانتے ہیں ــــ اتنی ضروری ہے ــــ اور انسان
کے ساتھ تو ایسی چمٹی ہوئی ہے موت ــــ انسان ہی نہیں، ہر شے کے ساتھ ــــ
معاف کرنا بھائیو ــــ ابھی ہمارے جناب جسٹس صاحب تقریر کر رہے تھے ــــ
اللہ جانے وہ مجلس میں ہیں یا چلے گئے ــــ اگر وہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ ہم نے
کیا گناہ کر لیا ــــ ہم نے کیا جرم کر لیا ــــ اس دُنیا میں آنا کوئی ایسا گناہ ہو گیا
ہم سے کہ چاہے یہاں ایک سانس لو چاہے لاکھ سال کی عمر پاؤ ــــ سزائے
موت ضروری ہے ــــ حرام ہے کہ اور کوئی سزا ہوتی ہو ــــ جیل وغیرہ کی ــــ
سیدھی سزائے موت ہوتی ہے ــــ آئے ہو تو مرنا پڑے گا ــــ سمجھے ــــ
جانا پڑے گا ــــ چاہے مر جاؤ، مرنا پڑے گا ــــ لازمی مرنا پڑے گا ــــ
خوشی سے نہیں جاؤ گے ــــ چار بندے اٹھا کے لے جائیں گے ــــ بہر حال مرنا
پڑے گا ــــ یہ مرتی کیا شے ہے ــــ جسم جو ہے انسان کا ــــ یہ تو ہے ہی
مرا ہوا ــــ یہ کبھی زندہ ہوتا ہی نہیں ــــ یہ جسم جسے کہتے ہیں ــــ لیکن روح
جس چیز کا نام ہے ــــ وہ ہمیشہ، جب پیدا ہو چکی، وہ زندہ ہے اور زندہ ہی
رہے گی ــــ روح نے مرنا نہیں، جسم نے جینا نہیں ــــ پھر مرتی کیا شے ہے

اس کی تشریح ہمارے خالق نے کی ــــ کہ نہ جسم کو موت ہے نہ روح کو موت ہے ـــــ روح ہمیشہ زندہ رہے گی ــــ جسم میں زندگی ہے ہی نہیں ــــ لہٰذا موت کا سوال ہی نہیں ـــــ مرتی کیا شے ہے ـــــ اس نے بتایا ــــ کہ سنو، مرتی کیا شے ہے؟ کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت وہ تیسرا جزو جو نفس ہے وہ موت کو چکھتا ہے ـــــ مرتا وہ بھی نہیں ــــ کیا دلیل ہوگی نہیں مرتا؟ مرنے والے چکھا نہیں کرتے ــــ موت کو چکھتا ہے وہ ـــــ نفس موت کو چکھتا ہے ـــــ مرتا وہ بھی نہیں ـــــ زندہ رہتا ہے ـــــ پھر زندہ کس طرح رہتی ہیں یہ چیزیں ان کے زندہ رہنے کے بڑے طریقے ہیں قبلہ ــــ جسم الگ ہوگیا ـــــ نفس الگ ہوگیا ـــــ روح الگ ہوگئی ــــ جسم مٹی میں مل گیا ـــــ نفسِ ناطقہ عالمِ برزخ میں چلا گیا اور روح جو تھی وہ کہاں گئی ــــ وہ "یاد" بنی ــــ فقرہ مرا یاد رکھنا ـــــ مرنے والے کا جسم مٹی میں گیا ـــــ نفس عالمِ برزخ میں گیا ــــ جسم مٹی میں چلا جاتا ہے۔ اور روح یاد بن کے چاہنے والوں کے دل میں سما جاتی ہے ــــ اسے یاد رکھتے ہیں اور وہ یاد رہتا ہے ــــ توجہ ہے نا صاحبان ـــــ یہ روح کی شان ہے ــــ اور میں اس گفتگو کو مختصر کروں ــــ موت و حیات کی گفتگو تو بڑی لمبی، طویل ہے ـــــ کہ حضراتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ، جن کے ہم غلام ہیں اور جن کے اوپر ہمارا ایمان ہے ـــــ جن کی تعلیم کو ہم اپنا ایمان سمجھتے ہیں ـــــ انہوں نے موت و حیات کے اقدار و فلسفے ہی بدل دیئے سارے ـــــ بہر نوع، حضراتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ نے اس کی شان ہی عجیب بیان کی ہے ـــــ وہ دو جملے میں حضراتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی شان میں کہہ دوں ـــــ تو حضراتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اپنا تعارف کیا کراتے ہیں؟ کہ کہ محمدؐ فرماتے ہیں ـــــ کہ میں محمدؐ اور آلِ محمدؐ ہم سب ایک نور ہے

ہیں ـــــ کیوں بھئی یہ سُنا ہے کہ نہیں؟ ٹھیک ہے نا؟ کہا ہے نا انہوں نے؟ تو برابر ہوگئے نا؟ جب ایک نور سے ہیں تو ہو گئے نا سب برابر؟ انہوں نے کہا نا؟ ہیں تو ایک ہی نُور سے ـــــ مگر اتنا اچھا فقرہ کہا ـــــ یہ خطاب کیا ہے آلِ محمد کے فردِ اعلیٰ، علیؑ کو ـــــ یا علیؑ تو اور میں ایک نور سے ہیں ـــــ تو علیؑ کا سینہ تن گیا ہوگا نا یہ سُن کے کہ میں جب ایک نُور سے ہوں تو برابر ہو گیا ـــــ سمجھے نا جناب ـــــ اگلا فقرہ فرمایا ـــــ انا شمسٌ وانتك القمر۔ نور تو ایک ہی ہے میں شمس ہوں تو قمر ہے۔ میری بدولت تو روشن ہے فرق ہوگیا یا نہیں ہوگیا؟ اب شمس و قمر میں کیا فرق ہے قبلہ؟ رسولؐ شمس ہیں، علیؑ قمر ہیں ـــــ شمس و قمر میں فرق یہ ہے ـــــ کیوں بھئی کبھی آپ نے یہ جھگڑا سنا ہے کہ کل شمس نکلا تھا یا نہیں؟ کیوں بھئی کبھی جھگڑا سنا ہے ـــــ کیوں بھئی کل سورج ہوا تھا یا نہیں ـــــ سُنا ہے؟ نہیں نا؟ سورج میں سب متفق رہتے ہیں ـــــ چاند کی باری آئی تو اختلاف ہوگیا ـــــ ہوتا ہے یا نہیں؟ اختلاف ـــــ بتاؤ آج چاند ہوا یا نہیں؟ اختلاف ہوتا ہے یا نہیں ـــــ اللہ جانے چاند ہوا یا نہیں؟ ـــــ پھر اختلاف ہوتا کب تک ہے؟ پہلی کو جھگڑا ہوا پتہ نہیں آج پہلی ہے یا دوسری؟ دوسری کو جھگڑا ہوا ـــــ تیسری کو جھگڑا ہوا ـــــ تیسری تک جھگڑ کے سب خاموش ہو گئے ـــــ کہ بھئی خاموش رہو ـــــ چاند کا فیصلہ چودھویں پہ ہوگا ـــــ جب چودھواں آئے گا اب پتہ چلے گا کہ تاریخ کیا ہے؟ چودھویں تک چاند میں جھگڑا ہوتا ہے ـــــ ہے یا نہیں ایسا ہی؟ ـــــ جہاں چاند ہے وہیں کہیں سورج بھی ہے ـــــ مگر کبھی آج تک آپ نے سنا کہ بھئی آج سفر نہ کرنا ـــــ میاں آج شمس در عقرب ہے ـــــ سُنا ہے کبھی؟ آج سورج عقرب میں ہے ـــــ سنا ہے کبھی آپ نے؟ اور قمر در عقرب؟ سُنتے ہو یا نہیں؟ عقرب

کیا ہے؟ ــــ کچھ ستارے ہیں منحوس ــــ سُنا ہے ــــ جب تک سورج رہتا ہے ــــ یہ منحوس نامراد اللہ جانے کہاں چھپے رہتے ہیں ــــ جہاں قمر کا زمانہ آیا عقرب بھی آگیا ــــ کیا ہوا جی، قمر در عقرب ہے ــــ یہ ہوتا ہے قمر در عقرب ہوتا ہے ــــ یہ کتنے دن رہتا ہے قمر در عقرب؟ ــــ کتنے دن؟ صرف تین دن ــــ قمر در عقرب صرف تین دن رہتا ہے ــــ جہاں تین دن گذرے ــــ اے لو ــــ قمر در عقرب ختم ہو گیا ــــ یہی قمر در عقرب ہے ــــ چاند یہ ــــ سمجھ میں آ رہا ہے ناصاحبان ــــ اب تمہیں پتے کی ایک اور بات بتا دوں ــــ اُسے بڑے غور سے سُننا ــــ اور اس کے بعد میں اپنا بیان ختم کر دونگا ــــ سورج میں ایک صفت اور ہے ــــ وہ طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی ہوتا ہے ــــ یہ صفت ہے یا نہیں شمس کی ــــ غروب بھی ہوتا ہے، طلوع بھی ہوتا ہے ــــ کیوں جی سورج نکلتا بھی ہے صبح کو اور شام کو غروب بھی ہوتا ہے ــــ ہے نا یہ صفت شمس کی ــــ فرق یہ ہے کہ جب شمس طلوع کرتا ہے تو بند دروازے کھل جاتے ہیں ــــ یہی ہوتا ہے نا؟ بند دوکانیں کھل جاتی ہیں ــــ کاروبار جاری ہو جاتا ہے ــــ لوگ اپنا کام شروع کر دیتے ہیں ــــ تمام دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے ــــ یہ شمس کے چمکنے کا زمانہ ہے ــــ اور جب شمس غروب ہوتا ہے ــــ کھلے دروازے بند ہو جاتے ہیں ــــ کاروبار بند ہو جاتے ہیں ــــ جب تک شمس کا وجود ہے اس وقت تک سچوں کا دور ہوتا ہے ــــ جہاں شمس غروب ہو گیا اب چور کی باری آجاتی ہے ــــ یہ میں شمس کی بات کر رہا ہوں ــــ کوئی اور خیال اپنے دل میں نہ لانا ــــ یہ ہے شمس کی حالت ــــ تو میرے محترم سامعین ــــ شمس کے طلوع سے دُنیا کو فائدہ ــــ شمس کے طلوع سے دُنیا آباد ــــ شمس کے آباد ہونے سے دنیا میں آبادی ــــ جہاں شمس غروب ہوا ایسا اندھیرا آجاتا ہے کہ میں کہا

موڑ دیں مُڑ جائے ۔۔۔ جدھر پھیر دیں پھر جائے ۔۔۔ رسالت کی باگ ۔ ان بچوں کے ہاتھ میں تھی اور یہ کہنا یہ چاہتا ہوں ۔ کہ اتنی بڑی رسالتوں کی باگیں سنبھالنا ان کے لئے "بچوں کا کھیل" تھا ۔۔۔ یہ بچوں کی شان تھی اس انداز سے پرورش پائی تھی بچوں نے ۔۔۔ جس طرح پلے تھے یہ بچے ۔۔۔ تین چار سال کے ہوتے تو رسولؐ گود میں لے کے بیٹھ گئے ۔۔۔ بچو ۔۔۔ عزیزو ۔۔۔ میں نے تمہیں بڑے پیار سے پالا ہے ۔۔۔ بڑی محبت سے پالا ہے ۔۔۔ جی ہاں قبلہ ۔۔۔ آپ نے بڑا پیار کیا ہے ۔۔۔ اگر میرے دین پہ کبھی وقت آگیا تو کیا کرو گے ۔۔۔ اب بچوں کے تیور دیکھنے کے قابل تھے ۔۔۔ رسول بھی رو پڑے دیکھ کر ۔۔۔ بچوں نے کھڑے ہو کر انگڑائی لی ۔۔۔ تو قبا کے بند ٹوٹ گئے ۔۔۔ نانا پرواہ نہ کر ۔۔۔ گھر لٹا دیں گے ۔۔۔ بچے کٹا دیں گے ۔۔۔ تیرے دین پر حرف نہیں آنے دیں گے ۔۔۔ اور اگر ہمارا یقین نہ آئے ۔۔۔ تو تم خود جنت سے آکر دیکھ لینا ۔۔۔ مومنین ! آج محرم کی آٹھ تاریخ ہے اور رسول جنت سے کربلا آتے ہوتے ہیں ۔۔۔ اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ بچوں نے کیا کرنا ہے ۔۔۔ آج انہوں نے دیکھنا ہے کہ بچوں نے کیا کیا ہے ۔۔۔ وہ فرض ادا کر رہے ہیں ۔۔۔ رسولؐ دیکھ رہے ہیں ۔۔۔ مگر حسینؑ چاہے کچھ بھی کریں ۔ آخر رسولؐ کے نواسے ہیں ۔۔۔ آخر علیؑ کے بیٹے ہیں ۔۔۔ آخر فاطمہؑ کے بیٹے ہیں ۔۔۔ حسینؑ کی بات تو حسینؑ کے ساتھ رہی ۔۔۔ اگر زینبؑ کا کوئی کمال ہے ۔ تو زینبؑ کی بات قبلہ زینبؑ کے ساتھ ہے ۔۔۔ کہاں فاطمہؑ کی بیٹی ۔۔۔ کہاں علیؑ کی بیٹی ۔۔۔ اس کی شان بھی یہی تھی ۔۔۔ جو اُس نے کیا ۔۔۔ میں تو کہتا ہوں حسینؑ ایسا عظیم پارس ہے جو اُس سے چھو گیا ۔۔۔ اُسے حسینؑ بنا دیا ۔۔۔ حسینؑ نے بہتر حسینؑ بنا دیئے ۔۔۔ خاندان کی نہ پوچھو ۔۔۔ حسینؑ اور زینبؑ کی نہ پوچھو ۔۔۔ غیروں کو دیکھو اُن کے جذبے کیا تھے ۔۔۔ انہیں دیکھ دیکھ کے رسولؐ قربان ہو رہے تھے ۔۔۔ انہیں

امامؑ کی شہادت ہوگئی ـــــ چار مزدور جنازہ اٹھا کے دجلے کے پل پہ رکھ آئے۔
صرف چار مزدور ـــــ آج کے دن ایسا جنازہ بھی اٹھا تھا ـــــ سمجھے حضور
والا ـــــ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ آج ہم چار مزدوروں والے جنازے کا واسطہ
دے کر اپنی اموات کے لئے دعا کرتے ہیں ـــــ کہ خداوندا اس غریب جنازے
کے صدقہ میں ہمارے والوں پہ رحم فرما ـــــ ان کے درجات کو عالی کر ـــــ
ان کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا ـــــ ان کو بارہ امامؑ کی خدمت میں
پہنچا ـــــ یہ امام کی خدمت کرتے رہے ساری عمر ـــــ اور یہ ان کی خدمت میں
پہنچیں گے جن کی خدمت کرتے رہے ـــــ اور مظفر علی شمسی میں چالیس سال سے
تیرا واقف تھا ـــــ میں نے تجھے خدمتِ آلِ محمدؐ کرتے دیکھا آلِ محمد اپنے خادموں
کو کبھی مایوس نہیں کرتے ـــــ ایک سیکنڈ کا خدمت کرنے والا حُر اگر حضرت حُر
بن سکتا ہے ـــــ تو چالیس سال کے خادم ـــــ تو خدا جانے کیا بنا دیں اُسے ـــــ
ـــــ یہ تو بہتر جانتے ہیں ـــــ خدا ان کے جوار میں جگہ دے ـــــ ان کی خدمت
میں پہنچائے ـــــ آؤ سب مل کے دُعا کریں ـــــ دُعا کا وقت ہے ـــــ
یہ شہادتِ امامؑ کا دن ہے ـــــ سب مل کے پکارو ـــــ یااللہ، ہم تیرے دربار میں،
تیرے اولیاء کے دربار میں ہاتھ اٹھائے بیٹھے ہیں ـــــ ہم بھکاری حاضر ہیں ـــــ
ہمیں یہ بھیک عطا فرما کہ ہمارے سب کے گناہوں کو معاف کر دے ـــــ ہماری اموات
پہ رحم فرما ـــــ ہمارے جانے والوں کے درجات کو عالی کر ـــــ ہم جو باقی ہیں۔
ہمیں توفیقاتِ خیر عطا فرما ـــــ ہم میں آپس میں اتحاد و اتفاق عطا فرما ـــــ ہم
سب ایک دوسرے کے جانثار ہو کے رہیں ـــــ اللہ دینِ آلِ محمدؐ کی حمایت فرمائے
اور کلمۂ دینِ آلِ محمد کی حفاظت فرمائے بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ ـــــ

ان دعائیہ فقروں اور آپ کے شکریہ کے بعد میں آپ حضرات سے رخصت ہوتا

ہوں ـــــ اب ایک نعرہ لگاؤ پھر فاتحہ پڑھنا ـــ نعرۂ تکبیر ـــ نعرہ رسالت
نعرۂ حیدری ـــ کلمۂ ولایت ـــ کلمہ ولایت ـــ شاباش ـــ نعرۂ
تکبیر ـــ نعرۂ رسالت ـــ نعرۂ حیدری ـــ کلمۂ ولایت ـــ اسے
پکا یاد رکھنا ـــ ولایت کا کلمہ ہے ـــ جو دیسی کے عادی ہیں وہ ولایت سے
مانوس نہیں ہوتے ـــ دیسی وہ ہوتی ہے جو خود بنالیں ـــ خود بنانے والوں
کو کیا پتہ کہ ولایت میں کیا لطف ہے ؟ آپ کلمۂ ولایت کو بالکل یاد رکھیں سمجھے
ـــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــ یہ کلمے اسی طرح قائم و دائم رہیں ـــ

بحق محمدؐ و آل محمدؐ

(۲۱ جولائی ۷۰ء، ۱۴ بختیار لیبر ہال نسبت روڈ۔ لاہور
بہ موقع چہلم جناب مظفر علی صاحب شمسی مرحوم)

ذکرِ علی علیہ السلام

عنوان

فضائل ۔ ذکرِ علی علیہ السلام عبادت ہے

مصائب ۔ دربارِ کوفہ

یہ محوِ خطابت سرِ دربار ہے زینبؑ
یا کوفے کے منبر پہ علیؑ بول رہے ہیں

افسر عباسی زیدی

ذکرِ علی علیہ السلام عبادت ہے

خداوندِ عالم آپ کی یہ مجلس قبول فرمائے ۔۔۔ اللہ آپ کا مجلس میں آنا قبول کرے
۔۔۔ اور میرے انتہائی پیارے عزیزوں نے جو مجلس کی ہے ۔۔۔ اللہ ان کی سعی کو قبول
فرمائے ۔۔۔ مجھ سے پہلے میرے محترم شبیہہ الحسنین صاحب محمدی کہہ رہے تھے کہ ۔۔۔
"علیؑ کے چہرے کا دیکھنا عبادت ہے" یہ انہوں نے کہا تھا ۔۔۔ کہ علیؑ کے چہرے کا
دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ یہ اُن کی خاندانی بات ہے ۔۔۔ انہوں نے اپنے خاندان
کی بات کہی ہے ۔۔۔ آپ کو پتہ ہے یہ محمدی ہیں ۔۔۔ حضرت محمد بن ابی بکر کی اولاد ہیں
حضرت ابوبکر کے صاحبزادے محمد کی یہ اولاد ہیں ۔۔۔ ان کے دادا حضرت ابوبکر راوی ہیں
اس روایت کے ۔۔۔ کہ "علیؑ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے" ۔۔۔ یہی ایک بات کہہ گئے وہ
صدیق کہلاتے ہیں ۔۔۔ یہ انہوں نے فرمایا ہے ۔۔۔ اور ان کی تائید و تصدیق ہم مومنوں
کی اماں نے بھی کی ہے کہ بالکل میرے ابا نے ٹھیک کہا ہے واقعی علیؑ کے چہرے
کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ چاہے کسی عالم میں بھی دیکھا جائے ۔۔۔ اس کے چہرے
کا دیکھنا عبادت ہے ۔۔۔ انہوں نے یہ اپنی خاندانی حدیث پڑھی ہے ۔۔۔ کہ علیؑ کے
چہرے کا دیکھنا عبادت ہے ۔ حضرت ابوبکر کا فرمان ہے یہ ۔۔۔ علیؑ کا چہرہ دیکھنا
عبادت ہے علیؑ کا منہ دیکھنا عبادت ہے ۔ مگر معاف کرنا یہ "منہ دیکھی" بات ہے ۔
حقیقت یہ ہے ۔۔۔ اس کا چہرہ دیکھنا ہی عبادت نہیں بلکہ اس کا تصور بھی عبادت
ہے ۔۔۔ اس کا خیال بھی عبادت ہے ۔۔۔ اگر علیؑ کا ذکر کریں وہ بھی عبادت ہے ۔۔۔

کیا ذکر کرو گے علیؑ کا ــــ کیا تذکرہ کرو گے علیؑ کا ــــ جہاں سے شروع کرو ــــ علیؑ کا ذکر عبادت بن جائے گا ــــ کہیں سے شروع کرو علیؑ کا ذکر عبادت بن جائے گا ــــ میرے کندھے پر دو فرشتے اللہ نے بٹھائے ہوئے ہیں ــــ اب یہ پندرہ بیس فرشتے (ٹیپ ریکارڈر) سامنے آ کر بیٹھ جایا کرتے ہیں ــــ جو کچھ یہ نوٹ کر لیتے ہیں ہیں تو ایمان سے مجلس میں آ کے گھر جاتا ہوں ــــ ایک طرف یہ حضرات ــــ ایک طرف یہ ذات شریف ــــ ان سے ذرا ادھر ادھر منہ کروں پھر معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔ کندھے والے ــــ یہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں ــــ یہ میرے صحابی ہیں جہاں جاؤں ساتھ جاتے ہیں ــــ یہ میری بات کے راوی ہیں ــــ صحابی بھی ہیں میری بات کو دُور دور تک پہنچانا بھی انہیں کا کام ہے ــــ یہ اگر بگڑ جائیں تو کام بگڑ جائے ــــ لہذا ٹھیک رہیں تو کام ٹھیک رہے ــــ ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں ــــ ہر لمحہ میرے ساتھ ہیں ــــ کئی دفعہ میں نے کہا ہے کہ میری طبیعت ذرا خراب ہے تم میری جگہ جا کے پڑھ آؤ ــــ آخر اتنی دیر سے میرے ساتھ رہے ہو ــــ میری جگہ نہیں آ سکتے ــــ یہ کہتے ہیں آپ کی جگہ کیسے جائیں ہم تو کرائے پر ...... یہ کرائے کا ساتھی کام نہیں دیتا ــــ ایک بزرگ (ٹیپ ریکارڈر) میری جان نہیں چھوڑتے ــــ اب کیا کیجئے ہیں گھر گیا نا ــــ بیچ میں ــــ تو علیؑ کا ذکر جہاں سے تم شروع کر دو ــــ کہیں سے بھی تم شروع کر دو ــــ عبادت بن جائے گا ــــ اگر کوئی کہے علیؑ کی پیدائش کا ذکر کرو ــــ عبادت بن جائے گا ــــ علیؑ کی پیدائش کے ذکر کا کسی نے کہا ــــ یہاں سے ذکر شروع کرو ــــ ہاں بھئی کر دو ــــ اچھا بھئی کہاں پیدا ہوئے ــــ کعبے میں ــــ بیت اللہ میں ــــ کہاں پیدا ہوئے ــــ اللہ کے گھر ــــ اللہ کا نام آیا نہیں عبادت بنا نہیں ــــ اللہ کے گھر پیدا ہوئے ؟ ــــ ہاں بھئی اللہ کے گھر پیدا ہوئے ــــ اللہ کے گھر خوشامد کر کے نہیں پیدا ہوئے ــــ اللہ کی خوشامد نہیں کی تھی ــــ بلکہ زور سے پیدا

ہوئے ۔۔ دیواریں توڑ کے پیدا ہوئے ۔۔ یہ عبادت ہو گئی اور ماں کے ساتھ تین دن
اللہ کے گھر رہے ۔۔ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ تین دن اللہ کے گھر رہے ۔۔ تین
دن کے بعد آپ کے رسولؐ کو حکم ہوا کہ جاؤ جا کے لے آؤ ۔۔ تیسرے دن ۔۔
رسولؐ نے کہا کہ قبلہ قرآن تو میرے گھر خود آ ۔۔ کہا وہ اور بات ہے یہ
اور بات ہے ۔۔ دیکھو نا ! میں آپ کو خط لکھوں تو خط کو ڈاکیہ آپ کے گھر تک
پہنچا جائے گا یا نہیں ۔ اور جو میں خود آ جاؤں ۔۔ تو مجھے لینے جاؤ گے ۔۔ یہ قرآن
اُس کا خط تھا ۔۔ اسے پوسٹ مین لے جاتا تھا ۔۔ اسے خود لینے جاؤ ۔۔ اب جو
رسولؐ پہنچے ۔۔ لینے دروازے پر دروازہ پھر کھلا ۔۔ اور بنتِ اسد یا اُمِّ اسد
۔۔ اسد کی ماں بھی ۔۔ اسد کی بیٹی بھی ۔۔ بچے کو گود میں لے کے آئیں ۔۔ رسولؐ
نے گود میں لے لیا ۔۔ قصہ مختصر عبادت بنتی جا رہی ہے ۔۔ اماں مبارک ۔۔ ماشاءاللہ
بڑا سوہنا بچہ ہے ۔۔ ماں نے کہا محمدؐ ۔۔ بچہ جئے گا نہیں ۔۔ اس میں جینے والی کوئی
بات نہیں ۔۔ تین دن ہو گئے نہ اس نے دودھ پیا ۔۔ نہ اس نے آنکھ کھولی ۔۔
نہ یہ رویا ۔۔ تو جئے گا کیا ۔۔ کیوں اس نے آنکھ نہیں کھولی تھی ۔۔ کہا نہیں ۔۔
کہا ۔۔ اے ۔۔ اے ۔۔ لو ۔۔ یہ کھول دی ۔۔ آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کہ تم نے
دودھ کیوں نہیں پیا ۔۔ روئے کیوں نہیں ۔۔ کہا اس میں ضد کی کیا بات ہے ۔
قبلہ خدا کا گھر تھا کعبہ اس میں ماں تھی اکیلی ۔۔ ساتھی ہو کے رونا کوئی شرافت ہے
۔۔ دودھ نہیں پیا ۔۔ کہا بڑی بھوک لگ رہی ہے ۔۔ مگر ماں کا دودھ کیوں
پیتا ۔۔ آپ نے اللہ سے درخواست دے کر مجھے بطور گواہ بلایا ہے ۔۔ میں گواہ
ہو کے آیا ہوں ۔۔ آپ نے " طلبانہ" داخل کر دیا ہے تو آیا ہوں آپ ہیں مدعی
اور میں ہوں گواہ ۔۔ پھر اپنی ماں کا دودھ کیوں پیوں ۔۔ گواہ کا خرچہ خود مدعی
کے ذمے ہے ۔۔ رسولؐ نے زبان دی تو اس میں سے دودھ جاری ہوا ۔۔

بقول پنجابیوں کے " رج کے پیا " خوب پیا ۔ جب پیٹ بھر گیا ۔ چھوٹے چھوٹے ننھے ننھے ہونٹوں میں زبان مضبوطی سے پکڑ لی ۔ بھئی چھوڑ دو بھی ۔۔ اسی طرح گھر تک پہنچے ۔۔ رسولؐ کی گود میں علیؑ ہیں ۔ گھر والے سب اکٹھے ۔ ابی طالب بھی ہیں ۔ بچے نے آنکھوں آنکھوں میں سب بزرگوں کو گواہ بنایا ۔ کہ محمدؐ پیدا ہوتے ہی مجھے " زبان " دے چکے ہیں ۔۔ اب اس ذکر سے بھی ہماری عبادت ہوگئی ۔۔ اب تمام لوگ پوچھنے لگے محمدؐ بچہ کس شکل کا ہے ۔ محمدؐ خاموش ۔ آخر گھر کے مالک نے " وحی " کے ذریعے بتلایا ۔ محمدؐ ۔ کہدو ۔ ہاتھ ۔ " ید اللہ ہے " ۔ آنکھ " عین اللہ ہے ۔ زبان ۔ لسان اللہ ہے ۔ جسم ۔ جسد اللہ ہے ۔ یہ عجیب بات ہے ۔ علیؑ کا ہاتھ ۔ اللہ کا ہاتھ ۔ علیؑ کا چہرہ ۔ اللہ کا چہرہ ۔ علیؑ کا جسم ۔ اللہ کا جسم ۔ علیؑ کی زبان ۔ اللہ کی زبان ۔ تو ارباب ذوق کے لئے ایک فقرہ کہتا ہوں ۔ کہ الگ الگ اجزا کرو تو اللہ ۔ اور اتنے اللہ اکٹھے ہو جائیں تو علیؑ ۔ عجیب بندہ آگیا ۔ جسے آج تک علیؑ والے اللہ کہتے ہیں اور اللہ والے علیؑ کہتے ہیں ۔ سمجھ میں آیا کہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ ایسے کا ذکر عبادت ہے کہ نہیں ۔ تو میں عرض کر رہا تھا ۔ علیؑ نے محمدؐ کی زبان سے دودھ پیا ۔ جو علیؑ سے بچ رہا تھا ۔ وہ بچوں نے " باپ کا مال " سمجھ کے پیا ۔ کس کی زبان سے باپ کا مال سمجھ کے بچوں نے پیا ۔ بچوں کی بات اور تھی علیؑ کی بات اور تھی ۔ علی ایک دفعہ دوش رسولؐ پر سوار ہوئے اور تم نے کہا سبحان اللہ ۔۔ اور بچوں نے اس کو کھیل کا میدان بنا دیا ۔ جب دیکھو کاندھے پہ سوار ۔ رسولؐ مسجد میں جا رہے ہیں ۔ یہ کندھے پہ سوار ۔ مگر وہ بچے تھے ہی اس قابل ۔ کہ بچے راکب بنیں اور رسول مرکب بنے ۔ اب وہ کہیں ۔ مہار چاہیئے ۔ رسولؐ نے زلفیں پکڑا دیں ۔ بیٹا یہ باگ ہے ۔ اب بچوں کے ہاتھ میں رسولؐ کی زلفیں نہیں تھیں بلکہ باگ تھی اور باگ کے معنی یہ ہیں جدھر

بتاؤں ــــ پورا اندھیرا ہوتا ہے ــــ آپ کہیں گے ستارے جو ہیں ــــ ہزاروں ستارے اسی شمس کی روشنی کی بدولت چمکتے ہیں ــــ مگر اس کی پہچان کون کرے کہ ان میں منحوس کتنے اور نیک کتنے ــــ اصلی حیات کا مرکز شمس ہے ــــ اصلی زندگی کا مرکز شمس ہے ــــ اصلی توانائی کا مرکز شمس ہے ــــ یہ طلوع رہے تو اس کی شان اور ہوتی ہے غروب ہو جائے تو دنیا میں اندھیرا آ جاتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے قبلہ ــــ کبھی کبھی اس کو گرہن بھی لگ جاتا ہے ــــ آپ نے بھی دیکھا ہوگا سورج کو گرہن لگتے ہوئے ــــ ہوتا ہے، مگر گرہن لگ جاتا ہے یہ بھی ہوتا ہے ــــ چنانچہ جب بھی ہمارے کسی امام کی شہادت ہوئی ہے ــــ اس دن سورج کو ضرور گہن لگا تھا ــــ ضرور لگا تھا ــــ جب بھی شہادت ہوئی ہے ــــ آج حضور امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کی تاریخ ہے ــــ امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کی تاریخ ہے آج صاحبان ــــ آج آپ کے امام کی شہادت کی تاریخ ہے ــــ ہے نا؟ اور آج آپ شمسی کا چہلم بھی کر رہے ہیں ــــ گویا امامؑ کی شہادت بھی ہے اور شمس کا گرہن بھی ــــ ضرور گرہن ہوتا ہے شمس کو امامؑ کی شہادت کے دن۔

میرے محترم بزرگو، بھائیو، عزیزو ــــ میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں یہ کہہ کے آپ حضرات میں سے سینکڑوں ایسے ہونگے ــــ ان سامعین میں ــــ جنہوں نے چند دن پہلے شمسی کا جنازہ دیکھا ہوگا ــــ دیکھا تھا نا بھئی؟ ــــ کیوں بھئی دیکھا تھا؟ کتنے آدمی تھے؟ کوئی گنا تھوڑا ہی تھا۔ آپنے ہزاروں آدمی تھے۔ اتنا بڑا جنازہ تھا یا نہیں؟ جنازہ دیکھا تھا نا؟ اور اس جنازے کے مقابلے میں آپ یہ جنازہ بھی دیکھ لیں ذرا کہ آپ کا امامؑ قید خانے میں زہر سے شہید ہو گیا ــــ گھر میں نہیں ــــ بال بچوں میں نہیں ــــ قید خانے میں ــــ جب

دیکھ کے رسولؐ فدا ہو رہے تھے ـــ میرے بھائیو! میرے عزیزو! حسینؑ کے ساتھ غیر بھی تھے نا؟ ایک صحابی شہید ہو گیا ـــ "جنادہ" ـــ اس کا نام تھا ـــ حسینؑ لاشے پہ گئے اُٹھا کے گنجِ شہیداں میں رکھا ـــ خیمے کی طرف جو دیکھا تو خیمے کا پردہ اُٹھا ایک نو دس سال کا بچہ دوڑتا ہوا نکلا ـــ حسینؑ نے آواز دی ـــ آلِ محمدؐ اس بچے کو روکو ـــ یہ میدان میں کہاں آ رہا ہے ـــ اتنے میں وہ بچہ میدان کے قریب آگیا ـــ کمر سے تلوار بندھی ہوئی ـــ بچہ چھوٹا تھا ـــ تلوار تھی بڑی وہ گھسٹتی ہوئی آ رہی تھی ـــ حسینؑ نے بڑھ کے بچے کو گود میں اُٹھا لیا ـــ کہاں جا رہے ہو ـــ قبلہ مرنے جا رہا ہوں ـــ میں دشمنوں سے لڑوں گا ـــ میرے بیٹے تم کس کے بیٹے ہو؟ مولا اسی "جنادہ" کا جو ابھی مرا ہے ـــ تمہارا باپ مرا ہے ـــ تو یتیم ہوا ہے ـــ اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ ـــ تو بچہ کہتا ہے ـــ یہ کمر اماں نے باندھی ہے ـــ یہ تلوار مری اماں نے خود باندھی ہے ـــ میری اماں نے کہا ہے ـــ بیٹا جا کر مر جاؤ ـــ یہ سن کر قربان ہو گئے حسینؑ ـــ یہ غیروں کے عزائم تھے ـــ قبلہ میں نے تمہیں ہر مجلس میں حسینؑ کے دوستوں کی ادائیں سنائی ہیں ـــ یہ غیروں کی ادائیں تھیں اگر مناسب سمجھو تو بات کہہ دوں ـــ اپنوں کی ـــ آلِ محمدؐ اُجڑ گئے ـــ سب کچھ لٹ گیا ـــ خیر ـــ میرے نوجوانو ـــ آج آلِ محمدؐ بے سہارا ہیں ـــ جو لوگ حسینؑ کے خاندان کے نہ تھے ـــ مگر حسینؑ کے پاس آ کر حسینؑ بن گئے ـــ خدا گواہ ہے کمال کر دکھایا ہے ـــ کہو اکبرؑ کی ماں ـــ سیدانی تو نہیں تھی مگر ایمان سے کمال کر دیا ـــ حد کر دی ـــ اکبرؑ کی لاش آئی ہوئی ہے ـــ اور حسینؑ کہتے ہیں ـــ اس کی ماں کو بلاؤ ـــ اپنے بچے کی لاش پر آئے تو پہلے جواب یہ ملا ـــ کہ قبلہ نماز پڑھ رہی ہے ـــ امامؑ نے پوچھا ـــ لیلیٰ کیا نماز پڑھ رہی ہے ـــ کہا مولا! شکرانے کی نماز پڑھ رہی تھی ـــ میری کمائی نیک راہ میں لٹ گئی ـــ آ لیلیٰ

اپنے بیٹے کی لاش کو آکر دیکھ ۔۔۔ پانچ منٹ گزر گئے ۔۔۔ خیمے سے لیلیٰ نہیں آئی
۔۔۔ اب جو گئے نا! دیکھنے ۔۔۔ دیکھا کہ لیلیٰ خیمے میں گھوم رہی ہے ۔۔۔ زینبؑ
نے آواز دی ۔۔۔ اکبرؑ کی ماں ۔۔۔ باہر آؤ ۔۔۔ کہا حسینؑ کی بہن مجھے خیمے کا دروازہ نظر
نہیں آرہا ۔۔۔ مجھے در نظر نہیں آتا ۔۔۔ ہاتھ پکڑ کے لائیے ۔۔۔ قاسمؑ کی ماں تو سیدانی
نہیں تھی ۔۔۔ یہ غیروں کا کمال تھا ۔۔۔ دو چار فقرے سُن لو ۔۔۔ میرے جوان بیٹو ۔۔۔!
میں تمہیں رونا نہیں دیکھ سکتا ۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت خوش رہو ۔۔۔ مگر معاف
کرنا ۔۔۔ میری کہانی ہی ایسی ہے ۔۔۔ اس لئے میں تمہیں جان کے نہیں رُلاتا ۔۔۔ ربابؑ
بھی اسی گھر میں ہے ۔۔۔ غیر خاندان کی ہے نا! یمن کے رئیس کی بیٹی ہے سیدانی
نہیں ہے ۔۔۔ غیر خاندان کی ہے ۔۔۔ ساری شہادتوں کے بعد حسینؑ خیمے میں آئے
۔۔۔ بہن زینبؑ میری ساری قربانیاں قبول ہو گئیں ۔۔۔ کسی کے بدلے دُنبہ نہیں آیا ۔۔۔
اب میں چاہتا ہوں کہ کوئی نذرانہ پیش کروں ۔۔۔ اللہ کے سامنے ۔۔۔ کوئی نذرانہ پیش
کرنے کے لئے کوئی شے ہے ۔۔۔ زینبؑ نے کہا ۔۔۔ کہ میرے پاس تو دو "ہیرے"
تھے ختم ہو گئے ۔۔۔ لیلیٰ نے کہا ۔۔۔ میرا تو اٹھارہ سال کا شب چراغ تھا ۔۔۔ گل ہو گیا۔
۔۔۔ فردہ نے کہا کہ میرا واحد سہارا قاسمؑ تھا ۔۔۔ وہ بھی "تقسیم" ہو گیا ۔۔۔ ہم سب
خالی ہاتھ ہیں ۔۔۔ ایک کونے میں سے رباب کی آواز آئی ۔۔۔ حسینؑ! ذرا سی نیلم
کی کنی میرے پاس ہے ۔۔۔ ایک نیلم کا نگینہ ہے میرے پاس اگر تیرے کام آئے
تو اسے لے لے ۔۔۔ کہا ربابؑ اسے لے جاؤں ۔۔۔ کہا لے جاؤ ۔۔۔ جہاں جہاں صاحبان
ہو میری بات سنو ۔۔۔ حسینؑ چلے آئے ۔۔۔ آگے آگے حسینؑ پیچھے پیچھے ربابؑ ۔۔۔
جب خیمے کے دروازے پہ پہنچے ۔۔۔ رباب نے کہا ۔۔۔ مولاؑ ذرا ٹھہرنا ۔۔۔ ذرا یہ بچہ
مجھے گود میں دینا ۔۔۔ رباب نے دو منٹ گود میں لیا ۔۔۔ اور اصغرؑ کی بہن سکینہؑ کو
ساتھ لیا ۔۔۔ دونوں کو لے کر خیمے میں آگئی وہاں جہاں زینبؑ تھیں ۔۔۔ حسینؑ و زینبؑ

کو دیکھ کر کہا ۔ سن حسینؑ ۔ سن زینبؑ ۔ تم فاطمہؑ کے بیٹے بیٹی ہو ۔ میں غیر خاندان کی ہوں ۔ تمہارے گھرانے میں آئی تو فاطمہؑ کی بہو کہلائی ۔ تم نے مجھے بڑی عزت بخشی ۔ تمہارے گھرانے سے مجھے یہ دو لعل ملے ۔ ایک سکینہؑ ایک اصغرؑ ۔ میں تھوڑی دیر میں لاوارث ہوں گی ۔ نہ میکے ہوں گے نہ سسرال ۔ میں تمہاری امانت سنبھال نہیں سکتی ۔ لہٰذا یہ تمہارے سپرد ۔ یہ کہہ کر سکینہ کو بٹھا دیا زینبؑ کی گود میں ۔ اصغرؑ کو دے دیا حسینؑ کی گود میں ۔ زینبؑ تو جانے اور سکینہ جانے ۔ حسینؑ تو جانے اور اصغرؑ جانے ۔ دونوں کو سپرد کر دیا ۔ حسینؑ اصغرؑ کو لے گئے ۔ سکینہؑ کو زینبؑ لے گئی ۔ سکینہؑ پہ وہاں کیا گذری ۔ اُس پر کیا گزر گئی ۔ اگر ہمت ہے تو سُن لو دو چار لفظ ۔ کیوں بھئی نوجوانو ! تم میں ہے ہمت اس قصہ کو سننے کی ۔ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں میں تو پڑھ لیتا ہوں ۔ جوانوں کے خون میں گرمی ہوتی ہے ۔ حیدر آباد (سندھ) میں میں نے سکینہ کی شہادت پڑھی تھی کئی نوجوانوں نے چاقو مار لئے تھے ۔ بچو ! بھائیو ! ۔ سکینہ ۔ زینبؑ کے ساتھ اور تیرہ محرم ہے ۔ اور ابن زیادؑ کے دربار میں کھڑی ہے ۔ ابن زیاد نے پوچھا ۔ کہ یہ بچی کون ہے ۔ بتایا گیا ۔ کہ یہ حسینؑ کی بیٹی ہے ۔ حسینؑ سے اسے بڑا پیار ہے ۔ کہنے لگا بچی آگے آؤ ۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں ۔ بچی نے بھائی کو دیکھا ۔ پھوپھی کو دیکھا ۔ نامحرم سے بات کی اجازت ہے ۔ پھوپھی نے بھائی نے اجازت دی ۔ بچی نے بات کی ۔ سُنو گے بھائی ۔ بات اس طرح کی کہ لب ہل رہے تھے آواز نہیں آ رہی تھی ۔ بڑی دیر تک لب ہلتے رہے آواز نہیں آئی ۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ مجھے آواز نہیں آتی ۔ تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا ۔ کہ بچی تو بول رہی ہے مگر اس کا گلا اتنا مضبوط باندھا ہوا ہے کہ اس کی آواز نہیں نکل رہی ۔ اس کا گلا کھلوایا گیا ۔ پانچ منٹ تک بچی گلے کو سہلاتی

رہی ۔ جب حواس ٹھیک ہوئے تو ابن زیاد نے پوچھا ۔ کہ تیرا نام کیا ۔
کہا فاطمہؑ نام ہے مگر باپ مجھے پیار سے سکینہ کہتے تھے ۔ بچی اگر اس وقت
حسینؑ زندہ ہوتے تو تجھے کیا کھلاتے ۔ بچی نے کہا کہ بابا مجھے تازہ خرمے کھلایا
کرتے تھے ۔ سنو گے نا میرے بھائیو ! اجازت ہے کہدوں لفظ ۔ اجازت
ہے ۔ اجازت ہو تو بتا دوں ۔ وہ بے حیا خبیث کہتا ہے ۔ بچی ۔ میں نے
تازہ خرمے منگائے ہیں کھائے گی ۔ اس پہ بچی نے بھائی کو ، پھوپھی کو دیکھا
۔ اشارہ کیا ۔ کہہ دو ۔ ہاں ۔ کہا لے آؤ ۔ بچی کے آگے طشت
لایا گیا ۔ رومال اٹھایا گیا ۔ کوفہ میں زلزلہ آگیا ۔ بچی ہائے بابا کہہ کے
گر پڑی ۔ ابھی بات ختم نہیں ۔ سکینہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تمہارا خاندان معجز
ہے ۔ میں تو تب جانوں کہ حسینؑ کا سر خود تیری گود میں آئے ۔ یہ سننا تھا کہ جوش
آگیا ۔ جلال آگیا ۔ حیدر کی پوتی کو ۔ سر کو چھوڑ کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی ۔ اور
پھٹا ہوا کرتہ پھیلا دیا ۔ بابا جان ۔ میری محبت کا واسطہ ۔ پھوپھی زینبؑ
کی قید کا واسطہ ۔ بابا میری عزت کا سوال ہے ۔ مجھے دربار میں شرمندہ نہ کرنا ۔
حسینؑ کا سر اُڑ کر سکینہ کی گود میں آگیا ۔ کوفہ کے بام در لرز گئے ۔ زلزلہ
آگیا ۔ آج کی مجلس کو میں اپنی طرف سے آپ کی طرف سے بانیانِ مجلس کی طرف
سے حضرت سکینہؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ شہزادی ہماری حاضری کو قبول فرما
شہزادی ہم کربلا میں ہوتے تو تجھے قید نہ ہوتے دیتے ۔ دربدر نہ ہونے دیتے ۔
اپنے باپ اور دادا سے ہماری سفارش کرنا کہ خدا ان گھروں کو آباد رکھے ۔ جن میں
سادات کے اُجڑے گھروں کا ماتم ہوتا ہے ۔ خدا تم سب کو سلامت رکھے ۔ بحق
محمدؐ وآلِ محمدؐ ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السمیع العلیم ط
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

اضافۂ شکریہ

فضائل — اضافۂ شکریہ

مصائب — دربارِ شام

باطل کو کچلنے کیلئے شام کی جانب
زینبؑ نہیں شبیرؑ کی تحریک چلی ہے

افسرؔ عباس زیدی

چونکہ میں بوجہ اپنی بیماری اور کمزوری کے مختصر وقت میں پڑھتا ہوں۔ زیادہ لمبی تقریر اب مجھ سے نہیں ہوتی۔ کسی زمانے میں دو اڑھائی گھنٹے پڑھ کے مجھے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ اب دس پندرہ منٹ کے بعد تھک جاتا ہوں۔ تو اگر ایسا مضمون شروع کر دوں جو تھوڑے وقت میں پورا نہ ہو سکے تو پھر سامعین بھی بے لطف و بے حظ ہوتے ہیں اور مجھے بھی کوئی لطف نہیں آتا۔ اب میں کوشش کرتا ہوں اس بات کی کہ کوئی ایسی بات کہی جائے جو تھوڑے وقت میں پوری ہو سکے۔ تو بزرگانِ من۔ ایک بڑا پرانا مضمون تھا جو میں کبھی پڑھا کرتا تھا۔ ابھی جب میں یہاں آیا تو ذاکر صاحب پڑھ رہے تھے۔ مجھے وہ بات یاد آ گئی۔ پہلے وہ میرے ذہن سے نکل چکی تھی۔ وہ ابھی مجھے یاد آ گئی ہے۔ وہی میں شروع کر رہا ہوں۔ وہ مضمون ایسا ہے اسے جہاں ختم کر دو وہیں ختم ہے۔ جہاں شروع کر دو وہیں شروع ہے۔ وہ اس طرح کا ہے۔ آپ میری بات کو غور سے سُنیں۔ اور میں آپ کو وہ سناتا ہوں۔

اس مضمون کی جو میں شروع کر رہا ہوں۔ جو تمہید ہے وہ شروع ہوتی ہے انسان سے۔ کہ انسان کے اندر انسان کے پیدا کرنیوالے نے کتنی طاقتیں، قوتیں اور صلاحیتیں رکھی ہیں۔ گویا اس چیز سے شروع ہوتا ہے یہ مضمون کہ انسان میں خود کتنی صلاحیتیں، کتنی طاقتیں، کتنی قوتیں اور کتنے کام کرنے کے جذبے، خود انسان کے اندر، انسان کے خالق نے رکھے ہیں۔ اور پڑھے لکھے حضرات میں یہاں ایک لفظ کہہ کے آگے بڑھتا ہوں کہ انسان کے اندر ودلیعت کردہ صلاحیتیں اور طاقتیں جن کا انسان کو خود علم نہیں کہ مجھ میں کتنی طاقتیں ہیں، اُن ساری انسانی طاقتوں کے

محل اور موقع کے مطابق عمل میں لانے کا نام اسلام ہے۔ سمجھے۔ اسلام انسان کی کسی
طاقت کو معطل نہیں کرتا۔ بلکہ انسان کی طاقتوں کو صحیح طریقے سے استعمال میں لانے کا
نام اسلام ہے۔ اسلام، طاقتوں کے تعطل کا نام نہیں۔ وہ طاقتیں جو انسان کے
اندر ہیں انہیں صحیح طریقے سے استعمال کرنے کا نام ہے اسلام۔ گھبرا تو نہیں گئے۔
یہ ذرا خشک ہو گیا ہے نا مضمون۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ تو میرے محترم سامعین ایک بات
اور بھی کرتا چلوں آپ سے۔ یہ علم لغت کی بات ہے۔ زبان کی۔ آپ نے میری پہلی بات
سن لی ہے جو اب تک میں نے کہی ہے۔ انسان کے اندر بے شمار طاقتیں اور قوتیں
انسان کے خالق نے ودیعت کر دی ہیں۔ اتنی طاقتیں ہیں انسان میں کہ انسان ان
طاقتوں کو گن ہی نہیں سکتا۔ اور ان تمام طاقتوں کو جو خالق نے انسان میں رکھی
ہیں صحیح طور پر استعمال میں لانے کا نام اسلام ہے۔ توجہ فرمائی نا آپ نے۔ کسی
طاقت کو معطل کرنا اسلام نہیں۔ ان طاقتوں کو صحیح استعمال کرنے کا نام اسلام
ہے۔ اسی میں علم لغت یعنی زبان کے اعتبار سے ایک بات آپ سے عرض کرتا چلوں
کہ عربی زبان میں طاقت کے کمال کو کہتے ہیں ملکہ۔ سنا ہے فلاں شخص کو اس کام
میں ملکہ حاصل ہے۔ ملکہ کے معنی یہ ہیں کہ پوری طاقت حاصل ہے۔ تو عربی زبان
میں ملکہ کا لفظ طاقت کے عروج کو کہتے ہیں۔ خوب۔ میری بات پر غور کیا آپ نے۔
اسی ملکے کو آپ مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوچیں کہ جب اللہ نے انسان کو پیدا کیا
تو کل ملائک کو حکم دیا کہ اس کے تابع ہو جاؤ۔ دنیا کی جتنی قوتیں اور فورسز
تھیں ان سب کو حکم ہوا کہ تم انسان کے تابع ہو جاؤ۔ تمام طاقتیں ان کے تابع
ہو گئیں۔ صرف ایک نفس انسانی کی طاقت تھی جو شیطان بن کے باغی ہو گئی۔
سمجھے نا حضور! ۔ اور جو اس طاقت پہ بھی غالب ہو جائے۔ اپنے نفس انسانی
کی طاقت پہ۔ باقی طاقتوں پہ غالب ہونے والا غالب کہلاتا ہے اور جو اپنے نفس

کی طاقت پہ غالب ہو جائے وہ غالب علی کلّ غالب کہلاتا ہے۔ جو اپنے اوپر بھی غالب ہو جائے۔ بہر نوع تمام طاقتوں کا منبع و مرکز ہے یہ انسان۔ ان طاقتوں کو صحیح استعمال کرنا یہ ہے اسلام۔

اس تمہید کے بعد میں رُخ بدل کے آپ سے آسان طریقے سے بات کروں۔ جہاں اور ہزاروں طاقتیں انسان میں ہیں۔ وہاں یہ بھی ایک طاقت ہے انسان میں۔ وہ کسی حد پہ جا کر رُکنا پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی ایک طاقت ہے۔ کسی حد پہ پہنچ کر بھی وہ رُکنا پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی انسان میں ایک طاقت ہے۔ سمجھے نا حضور۔ یہ نہ سمجھیں کہ انسان چاند پہ جا کر رُک جائے گا۔ وہاں سے کوشش کرے گا کہیں اور جانے کی۔ یہ کسی حد پہ بھی رُکنا پسند نہ کرنا۔ کسی بھی حد پہ جا کر نہ رُکنا یہ بھی انسان کی ایک طاقت ہے جو انسان کے اندر موجود ہے۔ توجہ ہے نا میرے محترم سامعین۔ مثال کے طور پر جو کبھی میں آپ کو سمجھایا کرتا تھا۔ اور اب سمجھاتا ہوں۔ ایک بچہ مجھے کہتا ہے زیدی صاحب مجھے نوکر کرا دو۔ کتنی نوکری چاہیئے بیٹا۔ کہ میری دس بیس پچاس روپے کی مل جائے گذارہ ہو جائے گا۔ آپ نے اسے سو روپے کی نوکری دلادی۔ اس سے پوچھو بھائی بس۔ جی ہاں۔ آں ... سوا سو روپے ہو جائیں۔ اچھا اس کے ڈیڑھ سو ہو گئے۔ کہ بھئی بس۔ کہ ... آں ... جناب دوسو روپے ہو جائیں۔ اس کے آپ نے ہزار روپے ماہوار کرا دیئے۔ کہ بس؟ کہ آں ... آں ... دو ہزار .... کیا مجال جو کسی جگہ رُکتا ہو انسان۔ یہ طاقت انسان میں ہے یا نہیں بھئی؟ ہے۔ سمجھ میں آرہی ہے نا بات؟ شاباش۔ تو میرے محترم سامعین اسے تم پچاس ہزار روپے ماہوار دینے دو۔ کہ بس؟ کہ ابھی کچھ اور۔ اسے آپ ایک ضلع دے دیں سالم، کہ بس۔؟ ابھی اور۔ کیا مجال جو اس کی ابھی اور ختم ہو جائے۔ یہ انسان میں طاقت ہے یا نہیں؟ اگر آپ نے اس چیز کو ذہن میں رکھا۔ بڑا اچھا عنوان ہے تقریر کا۔ اگر ذہن میں

رہا تو۔ کہ ابھی اور، کی طاقت ہر انسان میں موجود ہے۔ آپ ، مجھ میں ، سب میں یہ ہے۔ ایں ... ایں ... ابھی اور ... کہیں بھی پہنچ کے ایں ایں ابھی اور۔ اکثر میں یہ کہا کرتا تھا اور اب بھی یہ کہتا ہوں کہ اس ابھی اور جذبے نے انسان کو بڑھا بڑھا کے خدا بنا دیا۔ انسان جو خدا بن گیا نا، یہ ابھی اور میں تھا۔ سردار بنا۔ ابھی اور بڑا سردار بنا ، ابھی اور۔ بادشاہ بنا، ابھی اور۔ شہنشاہ بنا، ابھی اور۔ ملک آگئے، ابھی اور۔ ایں ایں خدا بن گیا اب خدا بن کے اس نے بس نہیں کی۔ یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا بنوں کہ موت آگئی۔ اگر موت نہ آئی تو یہ کچھ اور بنتا۔ یہ موت نے آکے روک دیا۔ ورنہ خدا بن کے سوچ رہا تھا کہ ابھی وہ اور کیا بنے۔ آپ یقین فرمائیں یہ خدا بننے والے پاگل نہیں تھے۔ احمق نہیں تھے۔ پتہ تھا انہیں کہ خدا نہیں ہیں۔ یہ ان میں ابھی اور کا جذبہ تھا۔ جو انہیں خدا بنوا رہا تھا۔ ورنہ وہ کوئی احمق یا پاگل تھوڑے تھے۔ جانتے تھے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ مگر اس ابھی اور، والے جذبے نے بنوا دیا۔ اور ایک چیز نے اس کے سمندِ نازک پر مہمیز کر دی کہ پاس بیٹھنے والے جو تھے، انہوں نے کہا کہ حضور بجا۔ اس نے اُن کا دماغ خراب کر دیا۔ دو چیزیں انسان کا دماغ خراب کرتی ہیں۔ ایک اس کا جذبہ" ابھی اور ایک پاس بیٹھنے والوں کا کہنا کہ حضور بالکل درست ہے۔ حضور بالکل بجا ہے۔ وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ گویا اب یہ جا ہمارے پاس ہے ہی نہیں۔ جو بک دیا وہ بجا ہے۔ یہ پاس بیٹھنے والے بنا دیتے ہیں۔ بیچارے نمرود نے، بیچارے فرعون نے ہزاروں دفعہ کہا کہ بابا ہم نہیں بنتے خدا، ہم خدا نہیں ہیں۔ مگر پاس بیٹھنے والوں نے کہا کہ نہیں تمہیں بننا پڑے گا۔ بن گئے۔ بنا جو دیا۔ ان میں" اور" کا جذبہ تو تھا ہی۔ لوگوں نے بنا دیا۔ بن گئے۔ شروع شروع میں تو انکار کرتے تھے۔ پھر بن گئے۔ یہ انسان کا جذبہ ہے۔ تو ہر انسان میں" ابھی اور" کا جذبہ موجود ہے۔ آپ میں ہے نا" ابھی اور" کا جذبہ؟ ہیں؟ ہے؟ ۔ آپ لوگوں میں" ابھی اور" کا جذبہ ہے ۔۔۔؟

یہ انسان کی عادت ہے جو کثرتِ استعمال سے فطرت بن جاتی ہے ۔ یہ انسان کی فطرت نہیں عادت ہے — تو اس کی توجیہات علماء نے بہت کی ہیں کہ یہ انسان کی ابھی اور کی علت کیوں ہے ؟ تو اس کی ایک سیدھی سی بات میں آپ کو بتا دوں — انسان میں جو ہوس ہے ' ابھی اور کی ' اس ہوس کا مرکز ہے انسان کا دماغ — دل میں ہوس نہیں ہوتی / دماغ میں ہوس ہوتی ہے — دماغ انسان کے سر میں ہے — اور انسان کا سر ہے پیالے کی شکل کا — یہ پیالہ ہے اُلٹا — دیکھو نا ، اُلٹا پیالہ ہے یا نہیں ؟ اور اُلٹے پیالے میں چاہے تم سمندر بھر دو ، یہ خالی رہے گا — اس لئے ابھی اور چلاتا ہے — جب قبر میں جائیگا — کیڑے کھائیں گے ' اُلٹا پیالہ سیدھا ہوگا — تب اگر اور نہ کہے تو نہ کہے — یہاں تو کہتا ہی رہے گا — جب تک یہ پیالہ اُلٹا ہے — انسان کا یہ جذبہ ابھی اور رہے گا — اور یاد رکھو ، جتنی جنگیں جتنی لڑائیاں ، جتنی مقدمے بازیاں ، جتنے فساد ، جتنے جھگڑے دنیا میں ہو رہے ہیں — ان سب کا اگر آپ کھوج لگائیں تو نتیجہ یہی ' ابھی اور ' کا ہی نکلے گا — یہ سارا جذبہ ابھی اور ہے جو انسان کو لڑائیوں ، جھگڑوں اور فساد پہ آمادہ کر دیتا ہے — یہ جذبہ ہے ابھی اور کا — اب میں دوسری طرف رُخ بدلتا ہوں اس بات کا —

میرے محترم سامعین ! جس خدا نے ہمارے اندر ابھی اور کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جس خدا نے ہمیں فتنہ و فساد سے منع کیا ہے — ایک طرف ابھی اور پیدا کر دیا — ایک طرف کہہ دیا خبردار فساد نہ کرنا — سمندر میں پھینک کے کہنا کہ دامن تر نہ ہو یہ بتاؤ ہمارا سخت امتحان ہے کہ نہیں ؟ ہم اسی خدا سے پوچھتے ہیں کہ ایسی کوئی تدبیر بتا کہ ہمارا ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے ۔ اور دنیا میں فساد بھی نہ ہو — سمجھ میں آ رہا ہے نا صاحبان کے بچے ۔ اسے میں نے مختصر کیا ہے بات کو — اللہ نے کہا لو بتاتا ہوں میں تمہیں طریقہ — جس سے تمہارا ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے ۔ اور فساد بھی نہ ہو — آپ گھبرائے تو نہیں اس بات پہ تھک رہیں ہے ۔ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ دس بیس آدمی میری بات بڑی غور سے

سن رہے ہیں ـــ باقیوں کا مجھے پتہ نہیں ـــ ابھی اور کا جذبہ بھی پورا ہوتا رہے اور دنیا میں فساد بھی نہ ہو ـــ اس کا طریقہ اللہ نے یہ بتایا کہ سنو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، اگر تمہیں میرے وعدے پہ یقین ہو ـــ پتہ نہیں اللہ کے وعدے پہ لوگوں کو یقین ہے کہ نہیں ـــ یہ مجھے پتہ نہیں ـــ کیوں جی آپ کو یقین ہے؟ ہیں؟ اللہ کے وعدے پہ یقین ہے؟ پتہ نہیں ہے یا نہیں ـــ اپنے دل کی گہرائیوں میں سوچ کے مجھے جواب دو ـــ اللہ کے وعدے پہ یقین ہے؟ ہیں؟ ویسے ہی نہ کہہ دینا سچ سچ بتانا ـــ ہے نا یقین اللہ کے وعدے پہ ـــ یقین ہے تو وہ تم سے وعدہ کرتا ہے اللہ ـــ کہ اگر تم ابھی اور کا جذبہ پورا کرنا چاہتے ہو ـ تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ "لئن شکرتم لازیدنکم" ـــ اگر ایک نعمت کے ملنے پہ تم شکر ادا کرو گے میں اللہ تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں اور اضافہ کروں گا ـــ تمہارے جذبہ ابھی اور کا میرا ذمہ رہا ـــ اور چونکہ اضافہ میرے ذمہ ہے، میری عطا لامحدود ہے ـــ تمہارا ابھی اور تھک جائیگا میری عطا نہیں تھکے گی ـ میرے ذمہ ڈالو اس بات کو ـــ میں تمہیں عطا کرونگا ـــ تمہارا اور کا جذبہ میں پورا کرونگا، نعمت کا شکر تم ادا کرو ـــ ابھی اور، میں تمہیں دیتا رہونگا ـــ توجہ ہے نا صاحبان؟ قبلہ بڑے اختصار کے ساتھ چلنا پڑ رہا ہے ـــ بات بھی ہو جائے اور میں تھک بھی گیا ہوں ـــ اب مثلاً اس نے نعمت دی ہے ہمیں آنکھوں کی ـــ اس کا شکر ادا کرو ـــ اس کا شکریہ نہیں ہے کہ آنکھوں پہ ہاتھ پھیرا ـــ یا اللہ تیرا شکر ہے ـــ یہ لفظوں کے شکر سے اللہ مطمئن نہیں ہوتا ـــ شکر کے معنی ہیں اس کی ہر دی ہوئی طاقت کو اسی طرح استعمال کرو جس طرح وہ چاہتا ہے ـــ بس یہ ہے اس کا شکر ـــ آنکھوں سے دیکھو ـــ لازماً دیکھو ـــ ضرور دیکھو ـــ انہیں بند نہ کرنا ـــ یہ بند کرنا تو کفرانِ نعمت ہے ـــ آنکھیں بند کر کے کوئی بیٹھا رہے ـــ مگر وہاں دیکھو جہاں وہ چاہتا ہے ـــ وہاں مت دیکھو جہاں وہ نہیں چاہتا ـــ ابھی آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں اللہ کے وعدے پہ یقین ہے ـــ

آپ اپنی آنکھوں سے وہ تو نہیں دیکھتے جہاں وہ چاہتا ہے کہ نہ دیکھو ۔۔۔ یہ کفرانِ نعمت ہو جائے گا ۔۔۔ آپ کے شہر میں نہیں ۔۔۔ توبہ توبہ یہ تو مسلمانوں کی بستی ہے ۔۔۔ لاہور جیسے شہروں میں جاکے دیکھیں قطاریں لگی ہوئی ہیں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ سڑک پہ ٹریفک رکا ہوا ہے ۔۔۔ قطاریں لگی ہوئی ہیں ۔۔۔ دیکھنے کے لئے ۔۔۔ قطار کیوں لگی ہوئی ہے، کہ ہم نے ٹکٹ لینا ہے دیکھنے کے لئے ۔۔۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جنت کا ٹکٹ بک رہا ہے ۔۔۔ ٹوٹے پڑ رہے ہیں ایک دوسرے کے اوپر دیکھنے کیلئے ۔۔۔ سارا دن کارخانہ میں مزدوری کی پانچ روپے کما کے لائے ۔۔۔ تین روپے کا ٹکٹ لے لیا، ایک روپے کی سگریٹ پی لی ۔۔۔ وہاں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ آٹھ آنے کا کچھ کھا لیا وہاں دیکھنے کے لئے ۔۔۔ تین چار آنے لے کر گھر آئے ۔۔۔ بیوی بچوں نے کھانے کے لئے مانگا ۔۔۔ وہاں ہیں نہیں پیسے ۔۔۔ وہ تو خرچ کر آئے تھے ۔۔۔ صبح کو جلوس نکال لیا زندہ باد مُردہ باد برکت نہیں ۔۔۔ ہائے اور کمیونسٹ ہو جاؤ ۔۔۔ اللہ کو بھول جاؤ ۔۔۔ برکت نہیں رہی ۔۔۔ برکت کا رونا رونے والو ۔۔۔ کبھی اپنی حرکت بھی دیکھی ۔۔۔ کمائی کے پیسے تو وہاں ضائع کر آئے ۔۔۔ یہاں یہ کر لیا ۔۔۔ اللہ نے کب منع کیا ہے دیکھنے کو ضرور دیکھو ۔۔۔ مگر وہ دیکھو جو وہ چاہتا ہے ۔۔۔ وہ مت دیکھو جو وہ نہیں چاہتا ۔۔۔ بزرگانِ من! پیروں سے چلو ۔۔۔ پیر چلنے کے لئے ہیں ضرور چلو ۔۔۔ کون کہتا ہے کہ نہ چلو ۔۔۔ اِدھر چلو جدھر وہ چلانا چاہتا ہے ۔۔۔ اگر تم پیروں سے پورا کام لو ۔۔۔ دوڑو، بھاگو ۔۔۔ بلندیوں پہ چڑھ جاؤ، پہاڑوں پہ چڑھ جاؤ ۔۔۔ اگر ہماری مرضی کے خلاف ہو تو ہم کیا کریں ۔۔۔ چلو اُدھر جدھر ہم چلانا چاہتے ہیں ۔۔۔ سمجھے ۔۔۔ ہاتھوں سے ضرور کام لو، انہیں معطل نہ کرو ۔۔۔ یہ خدا کی نعمت ہے ۔۔۔ اسے باندھ کے رکھنا کفرانِ نعمت ہے ۔۔۔ ان سے کام لو، ہاتھوں سے ۔۔۔ یہ تمہارے کام کے لئے پیدا کئے ہیں ۔۔۔ اللہ نے تمہیں ہاتھ دیئے ہیں انہیں معطل نہ کرو ۔۔۔ انہیں خراب نہ کرو ۔۔۔ وہ کام کرو جو اللہ چاہتا

ہے ۔۔۔ ورنہ یہ زبان بڑی نامراد شے ہے قبلہ ۔۔۔ سمجھے ۔ اس کی بڑی احتیاط رکھنا ۔۔۔ سارے اعضاء میں سب سے زیادہ خطرناک شے ہے ۔ زبان ۔۔ اس لئے اللہ نے اسے حوالات میں بند رکھا ۔۔ دانتوں کا پہرا سامنے کھڑا کیا ۔۔ حضور ۔۔ ہونٹوں کے پھاٹک لگائے ۔۔۔ دھن کے قفل میں بند کیا ۔۔ کہیں بے موقع گھر سے نہ نکل آئے ورنہ فساد ہوگا ۔۔۔ یہ گھر کے اندر رہے ۔۔ اگر یہ کہیں گھر سے نکل آئی بے موقع تو جنگ ہوگی فساد ہوگا ۔۔ لڑائی ہوگی ۔۔ جو گھر میں رہنے کے لئے ہے وہ گھر ہی میں رہے تو ٹھیک ہے ۔۔ اللہ یہی چاہتا ہے ۔۔۔ زبان کی پوری احتیاط رکھنا ۔۔۔ ورنہ کیا فائدہ فساد ہوگا خواہ مخواہ کے لئے ۔ ہے ناصاحبان ۔۔۔ ہمارے یو۔پی میں محاورہ تھا ۔۔ ہمارے دیہات میں ۔۔ کہ آدمی کا سر اُٹھ کے صبح، آدمی کی زبان سے کہتا ہے ہاتھ جوڑ کے کہ دیکھنا زبان تو تو بول کے اندر چلی جائے گی میری شامت آئے گی ذرا خیال رکھنا ۔۔۔ یہ بات ہے حضور ۔۔۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے زبان اسے ضرور استعمال کرو ضرور بولو ۔۔ مگر وہ بولو جو وہ چاہتا ہے، وہ مت بولو جو وہ نہیں چاہتا سمجھے ۔۔ تو اللہ کی نعمت کا شکر یہ ہے جو اس کے منشاء کے مطابق اس کی نعمتوں کو استعمال کرے ۔۔۔ تو یہ ہے ناصاحبان ! ۔۔ یہ تو ہوگیا میرا وعظ ۔۔۔ اگر آپ گھبرائے نہیں تو اب میں اس کا پھر رُخ بدلوں تقریر کا ۔۔۔ اسے مختصر کرنا ہے ساری بات کو ۔۔ یہ آیت جو ہے کہ شکر کروگے تو نعمت میں اضافہ ہوگا یہ کس پہ نازل ہوئی ہے ۔۔ یہ آیت مجھ پہ، آپ پہ، ہم پہ نازل ہوئی ۔۔ ہیں ۔۔ اللہ چاہتا تو ہم پر بھی کوئی آیت نازل کر دیتا؟ نہیں، قطعاً نہیں ۔۔۔ اللہ چاہے بھی تو نہیں کر سکتا ۔۔ اللہ ایسی بات چاہتا ہی نہیں جو نہ ہو ۔۔۔ ہاں اللہ کیوں چاہے ایسی بات جو نہ ہو ۔۔ تو یاد رکھو میرے بزرگو اللہ جیسا قادر مطلق جس کی قدرت میں کوئی شک نہیں ہم تک پہنچنے کے لئے رسولؐ کو وسیلہ بناتا ہے ۔ تو ہم اللہ تک بے وسیلہ کیسے پہنچیں ۔۔ جب اللہ ہم تک بے

وسیلے کے نہ پہنچا تو وسیلہ ہونا عیب کی بات نہیں ہے ۔ سمجھے نا۔ خیر یہ الگ مضمون ہو جائے گا۔ اسے میں چھوڑتا ہوں ۔

تو یہ آیت نازل ہوئی رسولؐ پر کہ ۔ تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کر دوں گا۔ یہ بتاؤ اس آیت کی تعمیل رسولؐ نے بھی کی یا نہیں ۔ شکر کیا ہوگا انہوں نے ۔ ہی ۔ اور شکر کر کے ۔ اللہ نے اپنے حسب وعدہ اضافہ کر دیا ۔ اللہ کا وعدہ ہے ۔ اب چاروں طرف نظر ڈال ۔ جتنی نعمتیں اللہ نے دی تھیں رسول کو، وہ پہلے ہی دن اتنی حد کی دے دی تھیں ان میں اضافے کی گنجائش ہی نہیں تھی ۔ اب رسولؐ سوچیں کہ اس کا شکر کر کے اضافہ کس شے کا کروں ۔ میرے پاس جو نعمتیں ہیں وہ پہلے ہی اس حد کی ہیں ان میں اضافہ ہو سکتا ہی نہیں ۔ بتاؤ بھئی ، اللہ نے رسولؐ کو سیادت دی تھی ۔ اس سے بڑھیا اور کوئی سیادت ہو سکتی تھی ۔ شرافت دی تھی اس سے بڑھیا شرافت ہو سکتی ہے، خلق دیا تھا ۔ اس سے بڑھ کر کوئی خلق ہو سکتا ہے ۔ انسانیت دی تھی اس سے بڑھ کر کوئی انسانیت ہو سکتی ہے ۔ سب سے بڑی نعمت رسالت دی تھی ۔ وہ پہلے ہی ایسی دی تھی کہ ختم کر بیٹھا ۔ اور ہے ہی نہ تھی اس کے پاس ۔ کس چیز کا شکر یہ ادا کرے جو اس میں اضافہ ہو جائے توجہ ہے نا صاحبان ۔ جہاں جہاں بیٹھے ہو صاحبانِ ذوق ۔ ایک نعمت تھی رسولؐ کے پاس ایسی کہ جس کا شکر یہ ادا کر کے وہ اس میں اضافہ کر سکتے تھے ۔ اضافہ بھی طولی نہیں، عرضی ۔ ایک اضافہ عرضی ہوتا ہے ایک طولی ۔ طولی تو اضافہ ختم ہو چکا تھا ۔ عرضی اضافہ اس میں کر سکتے تھے ۔ وہ کیا تھی ۔ وہ تھی نعمتِ عصمت ۔ توجہ ہے نا صاحبان ۔ اللہ نے رسولؐ کو معصوم بنایا تھا یا نہیں ؟ نعمتِ عصمت ۔ یہ عصمت جو ہے میرے بھائیو ۔ یہ کلیۂ مشکک ہے ۔ کلیۂ مشکک اسے کہتے ہیں جو ہر جگہ یکساں نہ ہو۔ اُسے کہتے ہیں کلیۂ مشکک ۔ جس طرح ہے لفظ سفید ۔ تو بتاؤ یہ میرے کرتے کا کیا رنگ ہے؟ سفید ۔ اور یہ جو کرتا پہنے ہوئے ہیں اس کا رنگ کیا ہے؟ ۔ سفید ۔ کیا دونوں کا رنگ یکساں ہے؟ حالانکہ دونوں سفید ہیں ۔ اور یہ رنگ کیا ہے؟ سفید ۔ حالانکہ یہ سب سفید ہیں ۔ مگر کہیں زیادہ ہے کہیں کم

بولیں گے سب کے کو سفید۔ اسی طرح عصمت ہے سب معصوم ہیں۔ کہیں زیادہ کہیں کم۔ آدمؑ کی عصمت اور ہے، عیسیٰؑ کی عصمت اور ہے، محمدؐ کی عصمت اور ہے۔ آپ آدمؑ کی عصمت کا قیاس محمدؐ کی عصمت پہ نہ کریں۔ وہاں ترکِ اولیٰ کی گنجائش ہے، یہاں نہیں ہے۔ اسے اُردو زبان میں یوں ادا کرو کہ انبیاء کی عصمت میں اور چودہ معصومؑ کی عصمت میں یہ فرق ہے کہ انبیاء وہی کام کرتے ہیں جو ٹھیک ہو، غلط کام کرتے ہی نہیں۔ وہی کرتے ہیں جو ٹھیک ہو۔ پہلے وہ تلاش کرتے ہیں "ٹھیک" پھر کرتے ہیں "۔ اور چودہ معصومؑ جو کر دیں وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بس یہ فرق ہے ان کی عصمت میں۔ سمجھے حضورؐ وہ پہلے ٹھیک تلاش کر کے کرتے ہیں۔ یہ جو کر دیں وہ ٹھیک ہے۔ جو کہہ دیں وہ ٹھیک ہے۔ جو کر دیں وہ ٹھیک ہے۔ توجہ ہے ناصاحبان عصمت، اللہ نے دی تھی رسولؐ کو۔ اس عصمت کا شکریہ ادا کرنا تھا رسولؐ کو۔ اس عصمت کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ پوری توجہ صاحبان شکریہ زبان سے نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ تیرا شکریہ ہے۔ شکریہ کے معنیٰ میں نے ابھی بتائے ہیں۔ اس طرح برتو جس طرح اللہ چاہتا ہے۔ تو رسولؐ نے عصمت کو اس شان سے برتا کہ دشمن سے دشمن بھی مان گیا کہ صادق ہے اور امین ہے۔ یہ عصمت کی نعمت کو برتنا تھا۔ اسی صداقت اور امانت کے مجموعے کو عصمت کہتے ہیں۔ اور کیا ہے؟ افعال میں عصمت ہو تو امین ہے۔ قول میں عصمت ہو تو صادق ہے۔ قول و فعل کی عصمت کو صداقت و امانت کہتے ہیں۔ گویا دنیا مان گئی کہ معصوم ہے۔ ابھی رسولؐ نہیں کہا تھا۔ یہ نعمتِ عصمت کا استعمال تھا یا نہیں تھا۔ توجہ ہے ناصاحبان۔ بات کو نہ بڑھاؤں مختصر رکھوں۔ دیر نہ ہو جائے۔ چالیس سال مسلسل نعمتِ عصمت کا اس انداز سے شکریہ ادا کیا کہ کائنات مان گئی۔ وہ دشمن مان گئے کہ صادق بھی ہے اور امین بھی ہے۔ اتنا شکریہ جس نے ادا کیا ہو عصمت کا۔ اللہ کو حسبِ وعدہ اس میں اضافہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ عصمت میں۔ اب رسولؐ کی عصمت اتنی ہے۔ طولاً تو اس میں اضافہ ہو نہیں سکتا۔ عرضاً ہو سکتا ہے۔ اللہ نے کہا سن محمدؐ میں اپنے اضافے کے وعدے کو پورا کرتا ہوں اس طرح۔ تو اپنی عصمت کا شکریہ ادا کر۔ میں اس شکریے میں اضافے کے طور پہ تجھے ایک اور عصمت عطا کرتا ہوں جس کا نام ہے۔ فاطمہؑ۔ گویا سیدہ طاہرہ بیٹی جو رسولؐ کو ملی ہے، شکریۂ عصمت کے اضافے میں ملی ہے ——— اور

بیٹیوں کی بات اور ہے ، اس بیٹی کی بات اور ہے ــــ اگر رسولؐ کے تھیں بھی اور بیٹیاں ،
اس جھگڑے میں نہیں پڑتا ــــ وہ تھیں یا نہیں تھیں ــــ کوئی کہتا ہے چار تھیں ــــ میں
کہتا ہوں چار سو بیس ہوں چلو ــــ جھگڑے کی کیا بات ہے ؟ چار کروڑ تھیں ــــ مگر شکریۂ
عصمت کے اضافے میں جو بیٹی ملی اس کا نام ہے ـ فاطمہؑ ــــ یہ رسولؐ کو شکریۂ عصمت
کے اضافے میں ملی ہے ـ اس کا نام ہے فاطمہؑ ــــ توجہ ہے ناصاحبان ــــ اور چونکہ شکریۂ
عصمت میں اضافہ ہو کے ملی ہے ــــ لہٰذا اس کی عصمت کی شان اور ہے ، محمدؐ کی عصمت
کی شان اور ہے ــــ آپ کہیں گے کہ عورتوں میں مریم بھی معصومہ تھی ــــ وہ تو تھیں
مگر ان کی عصمت کسی شکریہ میں نہیں ملی تھی اُس کو ــــ عطیۂ الٰہی تھا اس میں ــــ عصمت
کی اتنی ہی مقدار تھی کہ بس ایک پُشت چل کے عیسیٰؑ تک ختم ہوگئی ــــ اور یہ شکریۂ
عصمت میں ملی ہوئی عصمت تھی جو سیدہ کی شکل میں ملی تھی ــــ توجہ ہے ناصاحبان !
ــــ اور یہ شرف اللہ نے اس شکریۂ عصمت کو عطا کیا تھا کہ قیامت تک اس کی پیدا ہونے
والی نسل معصوم تو نہیں ہوگی مگر بے حکومت کے "شاہ" کہلائے گی ــــ ہے یا نہیں
حضورِ والا ؟ ــــ کہلاتی ہے کہ نہیں کہلاتی ؟ بغیر سرداری کے سید کہلائے گی ــــ
دُنیا اُن کے پیر چھونا فخر سمجھے گی ــــ یہ اس لئے کہ شکریۂ عصمت کا صلہ ہے حضورِ والا ـ
ــــ اگر پیسے پاس ہوں گے تو امیر کہلائیں گے ، کچھ نہیں ہوگا تو پہنچے ہوئے فقیر کہلائیں گے
ــــ مر جائیں گے تو پیر کہلائیں گے ــــ یہ شرف یاد ہے شکریۂ عصمت کا ــــ تو
سیدہ طاہرہ ، عصمت کے شکریئے کے طور پر ملی ہے ـ

میرے محترم سامعین ! ــــ اب رسولؐ چاہتا ہے کہ اس نعمت کا بھی شکریہ
ادا کروں ، تاکہ اللہ اور اضافہ کرے اب فاطمہؑ کی نعمت کا کس طرح شکریہ ادا کیا اُس نے
ــــ بڑے اختصار کے ساتھ بات کرتا ہوں ــــ بیٹی چلی آرہی ہے ــــ اگر نری بیٹی
ہوتی تو بیٹھے رہتے ــــ چونکہ اضافہ شکر تھا لہٰذا اس کے لئے شکریہ یوں ادا کیا

کہ بیٹی کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ــــ تعظیم کو اٹھنا اس نعمت کا شکریہ تھا ــ اللہ نے دیکھا ــ تم نے اس نعمت کا شکریہ ادا کیا ــــ لاؤ ہم نعمت کا اور اضافہ کر دیں ــ فاطمہؑ کی تعظیم کے لئے اٹھے ــــ اللہ نے ایک نعمت حسنؑ کی شکل میں دے دی، لو ــــ یہ شکریہ نعمت کا صلہ ہے جو ہم تمہیں ادا کرتے ہیں ــــ توجہ ہے نا صاحبان ــــ اب یہ فاطمہؑ والے شکریہ میں اضافہ ہو کر حسنؑ والی نعمت ملی ــــ پوری توجہ صاحبان ــــ رسولؐ نے کہا لاؤ اس نعمت کا بھی شکریہ ادا کر دوں گا ــــ اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا ــ نماز پڑھانے جا رہے تھے عید کی ــــ حسنؑ جو نعمت کا شکریہ ملا تھا اسے بٹھا رکھا تھا کندھے پر ــــ زلفیں اسے پکڑا رکھی تھیں ــــ لو بیٹا چلو ــــ یہ ہے شکریۂ نعمتِ حسنؑ جو مجمعِ عام میں رسولؐ ادا کر رہے تھے ــــ اللہ کو یہ ادا پسند آگئی ــــ محمدؐ تو نے حسنؑ کی نعمت کا خوب شکریہ ادا کیا ــــ ہم اضافہ کر کے تمہیں حسینؑ دے دیں ــ اللہ نے اضافہ کر کے حسینؑ دے دیا ــــ حسینؑ جو نعمت ملی ــــ کہ اس کا بھی شکریہ ادا کروں گا ــــ فاطمہؑ کا شکریہ محض تعظیم کر کے ــــ حسنؑ کی نعمت کا شکریہ یہ تھا کہ نماز کو جاتے وقت کندھے پہ بٹھا لیا ــــ نماز کو جاتے ہوئے، نماز میں نہیں ــــ نماز کو جاتے ہوئے ــــ حسینؑ نامی نعمت ملی تو شکریے کا انداز بڑھ گیا ــــ اسے جاتے ہوئے نہیں ــــ عین نماز میں، سجدے ــــ سجدہ میں یہ شکریہ ادا ہو رہا تھا ــــ اور فقرہ میں کہتا ہوں صاحبانِ ذوق ــــ یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے ــــ حسینؑ کی نعمت کا جو شکریہ ادا کیا ــــ وہ عین نماز میں ــــ نماز میں بھی رکوع میں نہیں، قیام میں نہیں ــــ سجدے میں پشت پہ بٹھا لیا حسینؑ کو ــــ یہ حسینؑ نامی نعمت کا شکریہ تھا ــــ کہاں شکریہ ادا ہوا؟ سجدہ میں ــــ کہاں؟ عبادت میں ــــ چونکہ اس شکریہ میں عبادت اور سجدہ دونوں شامل ہیں ــــ اب جو اضافہ بھی ہوگا اس میں سجدہ بھی ہوگا اور عبادت بھی ہوگی ــــ لہٰذا حسینی نعمت کے شکریے میں جو ملا وہ سید الساجدین بھی تھا اور زین العابدین بھی

— یہ شکریۂ نعمت میں مل رہا تھا — وہ سید الساجدینؑ تھا اور زین العابدینؑ بھی تھا جو اللہ نے شکریۂ نعمت میں عطا فرمایا — اب جب یہ نعمت مل گئی سید الساجدینؑ، زین العابدینؑ والی تو رسولؐ نے کہا لاؤ وہ بھی شکریہ ادا کر دیں — اس کا شکریہ ادا کیا تو اللہ نے کہا محمدؐ سنتے بھی ہو، اس شکریے میں ہم تمہیں محمدؐ ہی نہ دے دیں؟ محمدؐ کے شکریے میں محمدؑ مل گیا جس کو آپ محمد باقرؑ کہتے ہیں — سمجھے حضور — اس نے کہا — یا اللہ تیرا شکریہ — اس نے کہا اچھا — یہ لسان صدق سے شکر یہ ہے نا؟ تمہیں صادقؑ نہ دے دیں — اللہ نے جعفر صادقؑ دے دیا — شکریے ملتے جا رہے ہیں — رسولؐ کا شکر چلتا رہا، اللہ کا اضافہ چلتا رہا — چلتے چلتے جب گیارہویں پہ پہنچے — اب تو اللہ کو اپنے خزانے کا جائزہ لینا پڑا — یہ تو شکر ختم ہی نہیں ہوتا — یہ تو مجھے اضافہ کرنا پڑے گا — کہا محمدؐ! سنتے بھی ہو — اب بالمقطع طے کر لو — بار بار نہیں — گیارہویں تک تو ہم دیتے رہے — آج سے بالمقطع سودا کر لو — کہ کیا؟ تمہارا شکریہ دائم رہے ہمارا اضافہ "قائمؑ" رہے — آج یہ چیز ہو جائے — ہمارا عطیہ قائمؑ ہو اور تمہارا شکریہ دائم ہو — جاؤ ہم تمہیں یہ چیز عطا کرتے ہیں — توجہ ہے نا صاحبان؟ بہت اچھا یا اللہ دے دے — اب ایسا عطیہ دونگا، جو قیامت تک قائمؑ رہے گا — سمجھے نا حضور؟ — میرے محترم سامعین — میں شورکوٹ پھر کبھی آؤنگا یا نہیں — ویسے ہی زندگی کا بھروسہ نہیں اور ہم تو اس منزل پہ پہنچ گئے ہیں جہاں بھروسہ رہا ہی نہیں لہٰذا کیوں نہ چلتے وقت آپ کو یہ بات کہتا جاؤں کہ خدا کا شکر ادا کرو — اللہ کا احسان مانو — مانوگے؟ کہ خدا نے تمہیں قائمؑ جیسا امام دیا — ماشاء اللہ چشم بد دور — مومنین خدا تمہیں مبارک کرے کہ تم بے امامؑ نہیں ہو — اللہ نے تمہیں امامؑ عطا فرمایا ہے — تمہارا امام قائمؑ جیسا ہے — ہے نا؟ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے — محمدؐ، اللہ کا رسول ہے — "تھا" تو نہیں — اور بارہواں امامؑ؟ ہمارا امامؑ ہے — "تھا" تو نہیں — ہمارا امامؑ ہے —

خدا ہے، رسولؐ ہے، ہمارا امامؑ ہے ـــ اس لئے ہمارا وجود ہے ـــ دُنیا نے ہمیں "فنا" کرنے کی کوشش کی ـــ مگر نہیں ـــ "ہم ہیں" ـــ اور ہیں اس لئے کہ ہمارا وارث ہے، ہمارا امامؑ ہے ـــ یہ شعبان کا مہینہ ہے حضور ـــ اور شعبان کی مناسبت سے یہ دو چار جملے آپ سے کہہ دوں کہ خدا کے فضل سے ہمارا امامؑ ہے ـــ بولو ـــ ہے ـــ؟ اسی امام کے ہونے کی وجہ سے ہم دنیا کے سامنے سینہ تان کے کہتے ہیں کہ دنیا والو کیا یاد کرو گے ہم ہیں امامیہ ـــ اور کوئی فرقہ دنیا امامیہ نہیں ـــ ہم ہیں امامیہ ـــ سمجھے ـــ امامیہ؟ کے کیا معنی؟ امام والا ـــ جیسے لاہوریا ـــ امامیہ، امام والا ـــ سمجھے ـــ ہم ہیں امامیہ ـــ اور کوئی دنیا میں امامیہ نہیں ـــ ہم ہیں امامیہ ـــ وجہ اس کی یہ ہے کہ بے امام تو کوئی انسان نہیں دنیا کا ـــ کسی سے آپ پوچھیں کہ بھئی مسلمان! بتا تیرا امام کون ہے ـــ؟ وہ بڑے ادب سے کہے گا ـــ ماشاء اللہ چشم بد دور ـــ میرے امام فلاں بزرگ رحمۃ اللہ علیہ تھے ـــ سمجھے؟ ـــ کہ بھئی تمہارا امام کون ہے؟ ـــ کہ میرے امام فلاں بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "تھے" ـــ کوئی اپنے امام کے ساتھ سوائے "تھے" کے نہیں کہتا ـــ یہ ہم ہیں کہ سینہ تان کے کہتے ہیں کہ کوئی ہم سے پوچھ کے دیکھے ـــ ہمارا امامؑ "ہے" ـــ دُنیا کے امام "تھے" ـــ ہمارا امامؑ "ہے" ـــ اس لئے ہم امامیہ ہیں ـــ دنیا کے لئے امامیہ نہیں کہ ان کے امام "تھے" ـــ ہمارا امامؑ ہے ـــ توجہ ہے نا صاحبان ـــ اور یہ شکریہ نعمت رسولؐ میں چلا ہوا ہے ـــ اس نے کبھی ختم نہیں ہونا ـــ ہمارا امام خدا کے فضل و کرم سے ہے ـــ ہمارا امامؑ ہے ـــ موجود ہے ـــ کہاں ہے؟ غائب ـــ ویسے ہر جگہ ہے ـــ غائب ہے ـــ اس کی غیبت کا فقرہ سن لو اور پھر میں بیٹھ جاؤں گا قبلہ ـــ حضور امام علی نقی علیہ السلام ہمارے دسویں امام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضور وہ امام جو آخری امام ہوگا ـــ جو دائم و قائمؑ ہوگا، ذرا اس کی صفت تو بیان کریں کہ کس شان کا ہوگا ـــ اب جناب لطافت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں ـــ جنہیں ان لطافتوں کا لطف ہے

بیان کرنے والی ہو معصومؑ کی زبان ـــ امامؑ بیان والا ہو ـــ امامؑ کی فضیلت ہو ـــ
پھر اس کے اندر کتنی لطافتیں ہونگی ـــ یہ وہی جانتے ہیں ـــ ہم تو اس کا اُردو ترجمہ بھی
نہیں کر سکتے صحیح ـــ امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں ـــ ہمارے امام کے متعلق کہ
کیا پوچھتے ہو اپنے امام کی شان ـــ

" صاحب الدعوة النبویه وصولت الحیدریه "

تمہارا امامؑ اسی طرح دین کی دعوت دیتا ہے جس طرح اس کا جد رسولؐ دعوت دیتا تھا۔
وصولت الحیدریه ـــ اس کا اقبال حیدر کرارؑ جیسا ہے ـــ وعصمت الفاطمیه،
اس کی عصمت فاطمہ کبریٰ جیسی ہے ـــ وحلم الحسنیة، حسنؑ جیسا اس کا حلم ہے۔
وشجاعت الحسینیه، اور حسینؑ جیسی اس کی شجاعت ہے ـــ اور چلتے چلتے ـــ آپ
صفت بیان کرتے کرتے گیارہویں پہ پہنچے ـــ والھیبة العسکریه، حسن عسکریؑ
جیسی اس کی ہیبت ہے ـــ یہاں آکے آپ نے رُک کے فرمایا ـــ تم اس کی غیبت پوچھتے
ہو ـــ والغیبة الالہیه ـــ اللہ جیسی اس کی غیبت ہے ـــ اب بتاؤ اللہ کسی جزیرے
یا غار میں غائب ہے ـــ اللہ کسی مکان میں غائب ہے ـــ اللہ ہر جگہ ہے اور غائب ہے
ـــ اسی طرح وہ ہمارا امامؑ خدا کے فضل سے ہر جگہ ہے اور غائب ہے ـــ اس مجلس میں بھی موجود
ہے ـــ بولو ہے کہ ؟ اور یہ مجلسیں کیوں کرتے ہو؟ یہ جلسے کیوں کرتے ہو کہ ؟ یہ اتنا
خرچ کیوں کرتے ہو کہ ؟ مولوی صاحبان کی اتنی خوشامدیں کیوں کرتے ہو کہ ؟ پڑھنے والوں
کی اتنی خوشامدیں کیوں کرتے ہو کہ ؟ تمہاری کیا غرض وابستہ ہے ان سے کہ ؟ تمہارا
کیا کام وابستہ ہے ان سے؟ ہے یا نہیں؟ محض اس لئے کہ تمہیں یقین ہے کہ ہمارا
امام ہے اور اس کو راضی کرنے کے لئے یہ اس کے دربار لگاتے ہیں ـــ کہ ہمارا مولاؑ ہمارا
امام ہم سے راضی ہو جائے ـــ ہم یہ تصور کرکے بیٹھتے ہیں مجلس میں کہ ہمارا امام یہاں بیٹھا
ہے اور ہم سب اس کی رعایا اس کے سامنے حاضر ہیں کہ مولاؑ تیرے سامنے تیرا دربار لگوانے

تے کے لئے تیری رعایا نے یہ سب کچھ خرچ کیا ہے ۔ لوگوں کو بلایا ہے ۔ مولویوں کی خوشامد کی ہے ۔ تیرا ذکر سننے کے لئے ۔ ہم تجھے تیرے بزرگوں کا پُرسہ دیتے ہیں ۔ اور تیرے سامنے تیرے بزرگوں کے فضائل بیان کرتے ہیں ۔ اصل سامع مجلس وہی ہے ۔ اسی تصور کی وجہ سے میں نے عمر بھر کبھی بیٹھ کے نہ پڑھا ۔ میرا ایمان ہے کہ وہ میرا مولا موجود ہے ۔ اس کے ہوتے ہیں کرسی پہ بیٹھ جاؤں یہ بڑی گستاخی ہوگی ۔ یہ اس کی شان کے خلاف بات ہے حضور ۔ اسی لئے کبھی بیٹھ کے نہ پڑھا آج تک ۔ اب تو اس قابل ہو گیا ہوں کہ مولا بیمار ہوا تو کیا ۔ پہلے دونوں پاؤں سے کھڑا ہو کے پڑھتا تھا ۔ اب تیری بارگاہ میں ایک پاؤں سے کھڑا ہو کے پڑھتا ہوں ۔ تو اسے قبول فرما ۔ ہمارا مولاؑ موجود ہے ۔ لو بھائیو! گفتگو ختم ہوتی ہے ۔ گرمی کا وقت ہے ۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا ۔ کربلائے معلی میں مجلس تھی ۔ ایک عالم بیان کر رہے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب تم مجلس منعقد کرتے ہو اس میں امام زمانؑ آکے بیٹھتے ہیں تو تم یہ تصور کر کے پڑھا کرو کہ تم امامؑ کو سنا رہے ہو اور اس کے طفیل میں یہ مجمع بھی سُن رہا ہے ۔ اصل میں امامؑ کو سنا رہے ہیں ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم امامؑ کے سامنے مصائب پڑھو ۔ بے شک حسینؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی پرواہ نہیں ۔ امامؑ سُن کے رو تے ہیں ۔ تم علی اکبرؑ کی شہادت پڑھ دینا پرواہ نہیں ۔ علی اصغرؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی بات نہیں ۔ عباسؑ کی شہادت پڑھ دینا کوئی بات نہیں ۔ امامؑ ان باتوں کو سُن لیتے ہیں ۔ مگر ایک بات کی احتیاط کرنا ۔ کیونکہ امامؑ موجود ہوتے ہیں ۔ کہ ذرا سوچ سمجھ کے پڑھنا وہ چیز ایسی ہے جسے سُن کے امامؑ بے ہوش ہو جاتے ہیں ۔ ہاں امامؑ بے ہوش ہو جاتے ہیں ۔ پھر فرشتے آکے ان کے پاؤں ملتے ہیں ۔ اُن کی دادی آکے ان کے سر کو گود میں لیتی ہیں ۔ پھر انہیں غش سے افاقہ ہوتا ہے ۔ کیا؟ ۔ اس کے سامنے زینبؑ کی قید نہ پڑھ دینا ۔ کیونکہ اس کے

لئے ناقابلِ برداشت ہے ___ وہ ہر شہادت کو سُن لیتا ہے ___ زینبؑ کی قید برداشت نہیں کرتا ___ یہ چیز اس کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہے ___ یہ چیز ذرا سنبھل کے پڑھنا ___ یہ چیز ذرا سوچ کے پڑھنا ___ یہ شے وہ نہیں برداشت کر سکتا ___ اسے ذرا سوچ کے پڑھنا ___ زینبؑ کی قید بڑی مشکل شے ہے ___ اسے ذرا خوب سنبھل کے پڑھنا ___ اسے پڑھتے وقت ذاکر کو، مولوی کو بڑی احتیاط کرنی چاہئیے امامؑ سن رہا ہے۔ زینبؑ کی قید پڑھنی ہے ___ امامؑ سن رہا ہے ___ میرے محترم بھائیو! امامؑ نے ہمیں بتایا ہے، ہمیں تو پتہ نہیں تھا ___ امامؑ کے دو جملے کہہ کے میں بیٹھتا ہوں ___ امام نے بتایا ہے ہمیں ___ ہمیں کیا خبر تھی ___ ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے ___ ایسا کون ظالم بے حیا ہوگا دنیا میں جو بے ضرر سیدانیوںؑ کے ہاتھ باندھ دے ___ یہ کیسے ہو سکتا ہے ___ شاہ صاحب میں خود قید ہوا تھا ___ میں اپنی بھگتی ہوئی بتاتا ہوں ___ رات کے دو بجے تھے ___ ۲۹ر جنوری سردی کی رات تھی ۔تقریباً پانچسو آدمی پولیس کا مجھے گرفتار کرنے آیا ___ پانچسو آدمی ___ سارے محلّے کا محاصرہ تھا۔چھتوں پہ پولیس تھی ___ ایک ہنگامہ تھا اور سارا محلہ سہما تھا ___ خدا جانے کیا ہوتا ہے؟ ___ کیا بات ہے؟ کیا قصہ ہے؟ جب مجھے گرفتار کیا انھوں نے مجھے کار میں بٹھایا ___ تو کسی سپاہی نے ایس۔پی سے کہا۔جناب ہتھکڑی لگاؤں ___ تو اس نے کہا خبردار بکواس بند کرو ___ کیوں شریف آدمی کو پریشان کر رہے ہو ___ اس کا یہ کہنا تھا کہ میں نے کہا ___ ایس۔پی صاحب کاش تم کربلا میں کھڑے ہوتے ___ بجائے یہاں کے وہاں کہہ دیتے کیوں شریف آدمیوں کو پریشان کرتے ہو ___ میرے ساتھ یہ ہوا ___ اور جس دن میں گرفتار ہوا تھا بھائی ___ یہ بھی میں آپ کو بتا دوں ___ وہ تاریخ وہ تھی جس تاریخ کو ہارون کی فوج نے محاصرہ کر کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا ___ بالکل وہی تاریخ جس دن مجھے گرفتار کیا تھا ___ بہر نوع چلے گئے ___ سیدانیوںؑ کے ہاتھ بندھ گئے

— مجھے یہ خیال رہا، فکر لگا — کہ ہاتھ بندھ گئے — کہ ہاں بے ضرر سیدانیوں کے تو ہمارے ذاکر، مولوی، ہم سب یہ سوچتے رہے کہ ہاتھ پتہ نہیں کس طرح بندھے تھے — پتہ نہیں باند بندھے تھے ہے نا ؎

شامیاں بستند بازو زینب و کلثوم را

پتہ نہیں ہاتھ کس طرح بندھے تھے — یہ امامؑ نے مرثیہ میں فرمایا — امام کا فرمان ہے یہ — کسی ذاکر کی بات نہیں کہ روایت غلط ہے — یہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ میرا اسلام ہو: — میری دادی زینبؑ پہ — تم سب بھی سلام کر لو — ہمارا سب کا، مولاؑ، تیری دادی زینبؑ کو سلام — ان کا فقرہ ہے یہ — ہمارا نہیں — میرا اسلام ہو میری دادی زینبؑ پر جس کے دونوں ہاتھ جس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے — امامؑ نے بتایا تھا ہمیں — اس کے ہاتھ — یہ بات ہمیں امامؑ نے بتائی کہ اس طرح میری دادی کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے — کربلا میں ہاتھ بندھ گئے — اور جب دمشق کے شہر میں پہنچے ہیں — زائروں کو، تمام زائر جو جاتے ہیں وہ تقریباً کربلا کے ساتھ شام بھی جاتے ہیں — اس لئے کہ اس زمانہ میں جو نری کربلا کی زیارت کر کے چلا آئے اس کی زیارت قبول ہی نہیں ہوتی جو زینبؑ کے سلام کو نہ جائے — اب تو جاتے ہیں زائر وہاں کوئی خاص فرق نہیں ہے — جاتے ہیں بی بیؑ کے سلام کے لئے — حضور جو شہر آج ہے نا دمشق کا، اس زمانے میں نہیں تھا — اس زمانے میں تو پرانا شہر تھا — جو اب بھی اندر ہے — باہر تو نیا شہر ہے — اندر کی طرف وہ پرانا شہر اب بھی ہے — اس زمانے کا شہر تھا — جس میں بی بیؑ گئی تھی — اور یہ فقرہ بھی آپ سے کہہ دوں، ساداتِ عظام مجھے معاف کرنا — مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے — ساری گلیاں سڑکیں ملا کے تقریباً ڈھائی میل بن جاتا ہے — اس میں بی بیؑ گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے پیدل گئیں۔ یہ مجھے کہنا پڑتا ہے ورنہ اس وقت بی بی کے ہاتھ گردن سے بندھے

ہوئے تھے ــــ اور جب بی بیؑ کو طاغوتی طاقت کے سامنے پیش کیا گیا تو بھی ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور شام کے زائرون نے دیکھی ہوگی وہ جگہ جہاں جا کے یہ سادات کھڑے کر دیئے گئے ۔ وہاں ایک لکڑی کا چبوترہ سا بنا دیا گیا ہے ــــ یہ جگہ تھی جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے آ کے ــــ جگہ محفوظ رکھی ہے ــــ جہاں وہ کھڑے تھے اور سامنے طشت میں بھائی کا سر رکھا تھا اور یہاں وہ کھڑی تھیں اور ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے ــــ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں ــــ بھئی سُن رہے ہو ؟ خدا تمہاری عزت کی حفاظت کرے ــــ جو فقرہ میں نے کہنا تھا وہ یہ تھا ــــ ہائے کیا بتاؤں ــــ کھڑے تھے اس طرح ــــ کوئی مصیبت تھی ایسی جو اُن پہ نہ گذر گئی ہو ــــ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ " میری دادی پہ وہ مصائب گذر گئے کہ جنہیں نہ کوئی سوچ سکتا ہے ــــ نہ سمجھ سکتا ہے ــــ انہی کو پتہ تھا جن پہ کیا گذر گئی ــــ نہ کوئی دماغ انہیں ذہن میں لا سکتا ہے ــــ نہ سمجھ سکتا ہے ۔" امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا ــــ کوئی مصیبت تھی ایسی جو ان پہ نہ گذری ہو ــــ اور یزید کے دربار میں کھڑی تھیں ــــ یہ فقرہ میں نے کہنا تھا آخری اب ــــ اور میرے عزیز ڈھائی تین گھنٹے گذر گئے کھڑے کھڑے اور یزید اتنا مشغول ہے اپنے نشۂ فتح میں ــــ قیدیوں سے بات نہیں کرتا ــــ اور یہ کھڑے تھے ــــ چھوٹی بچیوں کے پاؤں میں ورم آ گئے تھے ــــ پیدل چل کے آنا اور کھڑے رہنا ــــ اور زمانے کا امامؑ بالکل خاموش کھڑا ہے ــــ بی بیؑ خاموش کھڑی ہیں اور گردن سے سیدانیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ــــ سب کھڑے ہیں ــــ جہاں جناب ربابؑ جو ساتھ کھڑی تھیں وہاں امام حسنؑ کی بیوہ جناب قاسمؑ کی والدہ ساتھ تھیں صرف فاطمہؑ کی بہوؤں میں یہ دو بہوئیں تھیں قید میں ــــ ایک علی اصغرؑ کی والدہ اور ایک قاسمؑ کی والدہ ــــ جناب لیلیٰؑ جو تھیں علی اکبرؑ کی والدہ ــــ ان کا راستے میں انتقال ہو گیا تھا ــــ وہ شام تک پہنچی ہی نہیں تھیں ــــ یہ دو بہوئیں

۔ تھیں انہوں نے سر جھکا رکھے تھے ـــ اور انہوں نے بالکل سر نہ اٹھائے ـــ اور بی بیؑ نے امام زین العابدینؑ سے کہا تھا دربار سے آکے ـــ کہ بیٹا مجھے کھا گئی یہ بات کہ میری بھاوجیں کھڑی تھیں اور ان کے پیکے کے لوگ کرسیوں پہ بیٹھے تھے ۔ وہ کیا کہتے تھے کہ کس خاندان میں بیاہی گئی ہیں ہماری لڑکیاں ـــ مجھے شرم کھا رہی تھی ـــ یہ لوگ کیا کہتے ہوں گے ـــ تو اس وقت یزید نے ڈھائی تین گھنٹے کے بعد ٹوکا ہے انہیں اور کہا کہ ان قیدیوں کے نام بتاؤ یہ کون کون ہیں ؟ کیا ہیں؟ یہ چیزیں غور کرنے کی ہیں قبلہ ـــ انہیں دنیا کے لوگوں کو بتاؤ ـــ انہیں عام کرو ـــ اور پڑھے لکھے حضرات کو بتاؤ کہ دُنیا کی ہر تکلیف اور مصیبت اٹھائے ہوئے ـــ کہتی کیا ہے اس وقت ـــ فقرہ کیا اُس کی زبان سے نکلا ہے ـــ یہی تو میں کہتا ہوں ـــ یا اللہ یاد رکھ تیری قدرت تو ہے ہی بے انتہا ـــ پر ایسے بندے بھی نہیں ہوں گے ـــ یہ کمال بھی نہیں ہوگا ـــ کہتی کیا ہیں ؟ ـــ الحمد اللہ الذی اکرمنا ـــ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں یہ عزت عطا کی ـــ قبلہ کوئی اور ہوتا تو کہتا کہ واہ اللہ میاں ہم کس طرح تیرا شکر ادا کریں ـــ تیرے نام پر ہم مر گئے اور تو نے ہماری خبر نہ لی ـــ وہاں یہ کہہ رہے کہ ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں یہ عزت دی ـــ بی بیؑ نے منوا دیا کہ خدا ہے ، خدا کوئی ہے ـــ یہ زینبؑ کا احسان ہے کہ آج دُنیا خدا کو مان رہی ہے ـــ ان حالات میں منوایا کہ خدا ہے اور اگر یہ خدا کا وعدہ ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کرونگا ـــ زینبؑ کے اس شکریہ پہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا اضافہ ہوگا ـــ وہ کہہ رہی تھیں کہ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی ـــ جس نے ہمیں یہ شرف عطا فرمایا ـــ جس نے ہمیں یہ شان عطا فرمائی ـــ ہاتھ بندھے ، ظالم کے دربار میں ایک خاتون یہ کہہ رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں یہ عزت عطا فرمائی کہ ہم اس کے دین کے محافظ ہیں ـــ اس کی حفاظت میں یہاں قید ہوئے کھڑے ہیں اور ہم خدا کا شکر ادا

کرتے ہیں ـــــ جو مومنین یہاں موجود ہیں یا اللہ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں ان شکر گذاروں کے حق کا شناسا بنایا ـــ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی معرفت ہمیں دی ـــ ان کا ذکر کرنے اور ان کی مجالس برپا کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائی ـــ بس بھائیو اللہ تمہیں سلامت رکھے ـــ خدا تمہیں خوش رکھے ـــ میرا بیان ختم ـــ زندگی رہی۔ تو انشاء اللہ پھر کبھی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

شورکوٹ شہر
۸ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

انسان اور انسانیت

عنوان

فضائل — انسان اور انسانیت

مصائب — شہزادگانِ عونؑ و محمدؑ

کبھی یہ پوچھنا چپکے سے گوشِ مادر میں
ہمارے نانا کا کیا سن تھا جنگِ خیبر میں

"اُستاد قمر جلالوی"

انسان اور انسانیت

میں آج گفتگو یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی خاص مقصد کے لئے خلق فرمایا ہے اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے اور سب سے بڑی بات اللہ ہم سے چاہتا ہے ـــ وہ یہ ہے کہ اُس نے ہمیں انسان پیدا کیا ہے ـــ تو ہم میں انسانیت ہو ـــ جیسے اُس نے انسان بنایا ہے۔ وہ دُنیا میں انسان بن کے رہے ـــ فرشتہ بنانا ہمارا یہ بھی اُس کا مقصد نہیں اور ہمارا حیوان بن جانا یہ بھی اُس کی مشیّت کے خلاف ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان ـــ "انسان" ہی بن کر دُنیا میں رہے سمجھے نا ـــ! حضور ـــ میرے محترم سامعین میں آسان ترین الفاظ میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے حیوان بننا انتہائی آسان ہے ـــ فرشتہ بننا انتہائی آسان ہے۔ اگر کوئی ذات مشکل ترین ہے ہمارے لئے تو وہ انسان بننا ہے ـــ مثلاً خدانخواستہ اگر ہم ابھی حیوان بننا چاہیں ـــ تو یہ مشکل بات نہیں ـــ انسان کو بھی بھوک لگتی ہے ـــ اور حیوان کو بھی بھوک لگتی ہے ـــ اس بھوک کے معاملے میں ہم مشترک ہوئے یا نہیں ـــ اب فرق کیا ہے ـــ کہ حیوان کو بھوک لگی۔ وہ گھر سے چلا بھوک میں ـــ اس کے سامنے جو آیا وہ کھا گیا۔ اُس نے یہ نہیں سوچا "اپنا" ہے یا پرایا ـــ جائز ہے یا ناجائز ـــ مناسب ہے یا نامناسب ـــ اس نے کھا لیا یہی اُس کا مقصد ہے ـــ بغیر کسی سے پوچھے ـــ اور اگر میں بھی اسی طرح اپنی بھوک کا انتظام کروں اور کھا جاؤں اور نہ سوچوں کہ جائز ہے یا ناجائز۔

مناسب ہے یا نامناسب ــــ آپ نے چارہ منگایا تھا ــــ اپنے جانور کے لئے
کھا گیا ہمسائے کا جانور ــــ آپ نے اُس کے چار ڈنڈے مارے ــــ دیکھنے
والے اس کے حمایتی ہو گئے ــــ ارے بھائی جانے بھی دو حیوان ہے بیچارہ ــــ
سارا چارہ کھا گیا ۔ پھر بھی اس کے حمایتی ــــ سارا کھیت کھا گیا پھر بھی اُس کے
حمایتی ــــ ہمارا پورا باغ ہضم کر گیا پھر بھی اُس کے حمایتی ــــ تو حیوان بننا بڑا ہی آسان
ہے ــــ فرشتہ بننا بڑا ہی آسان ہے ــــ آپنے بازاروں میں تو کئی "ولی اللہ" دیکھے
ہوں گے ــــ ہر کوئی کہہ رہا ہے کہ فرشتہ نظر آ رہا ہے ۔ ولی نظر آ رہا ہے ــــ یہ انسان
بھی کتنا عجب ہے کہ اگر ماننے پہ آ جائے تو "بازاری" کو ــــ ولی ــــ مان لے نہ ماننے پہ اَڑ
جائے تو علیؑ کو وَلی نہ مانے ــــ نہ اللہ انسان کا حیوان بننا پسند کرتا ہے نہ فرشتہ بننا
پسند کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اے انسان ــــ انسان بن ــــ آرام سے رہ ــــ
اچھا لباس پہنو ــــ اچھی خوراک کھاؤ ــــ خوشبو لگاؤ ــــ نماز پڑھو ــــ اور امن
سے زندگی بسر کرو ــــ یہ چاہتا ہے اللہ آپ سے ــــ یہ نہیں کہ ساری رات بلند
آواز سے چیختا ہے ــــ نیند آتی نہیں ــــ بیکاری کا مشغلہ ہے ــــ بلند آواز سے
چلائے جا رہا ہے کہ "میرے مولا بُلا لو مدینے مجھے" ۔ اب مولا کو کیا غرض پڑی
ہے بُلانے کی ــــ اب مولا کے پاس بھی جانا ہے تو مولا ہی کو کہا جا رہا ہے کہ خود
ہی بُلا لے ــــ خود جاؤ ــــ ہمسائیوں کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے ــــ
تم خود جانے کی تیاری کرو ــــ خود ارادہ کرو ــــ تو بُلانے صبح کی نماز قم میں پڑھو ۔
ظہر کی نماز مشہد میں پڑھو ــــ عصر کی نماز کاظمین میں پڑھو ــــ مغرب کی نماز کربلا
میں پڑھو ــــ عشاء کی نماز نجف میں پڑھو ــــ پھر اُسے بلانے کا مزا بھی آئے ــــ
حلال کماؤ ــــ حلال کھاؤ ــــ آرام سے رہو ــــ مگر یہ عادت انسان میں پیدا ہو
گئی ہے ــــ حضرت نوحؑ کے طوفان کے بعد ــــ دو لفظوں میں بیان کرتا ہوں

—— ہے تو لمبی چوڑی — تاریخ کی بات —— یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان کے
بعد — اُن کے بیٹوں کی نسل دُنیا میں پھیل گئی —— اُن کے بڑے بیٹے کا نام تھا
—— سام —— دوسرے بیٹے کا نام تھا —— یافث — ایک سام دوسرے یافث اور تیسرے
تھے — حام — "سام — حام — یافث" سام چونکہ بڑے بیٹے تھے لہٰذا سام کے بیٹے
نے حکومت سنبھالی — یافث اور حام کی اولاد اس کی رعایا ہوگئی —— صرف اس لئے
سام کی اولاد نے حکومت سنبھالی کہ وہ بڑے بیٹے کی اولاد تھے —— چونکہ سوپچاس
برس اسی طرح گزر گئے تو یافث اور حام کی اولاد یہ سمجھ بیٹھی کہ ہم دُنیا میں پیدا ہی اس
لئے ہوئے ہیں کہ رعایا بن کے رہیں —— اور سام کی اولاد یہ سمجھ بیٹھی کہ ہم دُنیا میں
پیدا ہی اسی لئے ہوئے ہیں کہ حکومت کریں —— تو ہر وہ حکومت جو بغیر کسی دلیل کے
محض "بڑے پن" کے دوسرے پہ قابض ہوجائے تو وہ آج بھی "سامراج" کہلاتی ہے۔
تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کو دنیا میں انسان ہی بن کر رہنا چاہیے۔ یہ اللہ کا احسان ہے
کہ اُس نے ہمیں انسان پیدا کیا ہے لہٰذا انسان ہی بن کر رہے —— آپ حضرات کی خدمت
میں ایک نقطہ پیش کرنا ہے اور نقطے کی حیثیت بھی بڑی ہے —— اسے پڑھنے کے لئے
احتیاط کی ضرورت ہے —— ایک نقطے کے بدلنے سے خدا" جدا" ہوجاتا ہے ——
تو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انتخاب کا ترجمہ بنتا ہے چھانٹنا —— چُننا نہیں ہے۔ اور چُننے
کے لئے ہے اصطفیٰ۔ اس کا اصطفیٰ ہوتا ہے جو چُنا ہوا ہوتا ہے —— اور جس کا انتخاب
ہوتا "چھٹا" ہوا ہوتا ہے —— اور اللہ کے چُنے ہوئے میں معاذ اللہ کوئی شبہ ہوسکتا ہی
نہیں غلطی کا شائبہ تک نہیں۔ اگر چُنے ہوئے میں ذرا سی بھی غلطی نکل آئے تو وہ چُننے
والے کی بھی غلطی ہے —— اور اگر غلطی نکل آئے تو یا اُس میں خرابی ہے یا چُننے والے
نے غلط چُنا —— ایک بات ہے اگر آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے —— کہ ایک
شخص نے بڑی خوبصورت کوٹھی بنوائی —— عظیم الشان — لاکھوں روپیہ خرچ کیا

اس کے بنانے میں ــــ اس میں ایک بڑا قیمتی کمرہ بھی بنوایا ــــ بھلا سا نام ہوتا ہے ــــ بتائیں آپ پتہ نہیں اس کا کیا نام ہے ــــ ڈرائنگ روم ــــ ہاں ــــ یہی ہے ــــ ڈرائینگ ردم ــــ ہاں اس کا نام ڈرائینگ روم اس لئے کہ غریب لوگ اس کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ــــ اسے سجایا گیا ــــ امریکہ سے تحفے منگوائے ــــ ایران سے قالین منگوائے ــــ ہر ملک سے کچھ نہ کچھ منگوایا لاکھوں روپے لگائے ۔ شہرت ہوگئی ــــ کوٹھی بنی ــــ ڈرائینگ روم تو سبحان اللہ ــــ اب جو شور مچ گیا نا ــــ عام ــــ ایک نابینہ بھی چلا گیا ــــ جاتے ہی چیزوں سے ٹکراتا گیا ــــ لاحول ولا ــــ " اب نظر خود کو نہیں آتا" ــــ اگر آنکھ ہوتی تو جلوہ دیکھتا ــــ خرابی چیز میں نہ تھی دیکھنے میں خرابی تھی ــــ تو صاحبان ! آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک کسی میں کوئی عیب ہوسکتا ہی نہیں ان میں غلطی ہوسکتی ہی نہیں ــــ کبھی بھول ان سے ہوسکتی ہی نہیں یہ ناممکن ہے ۔ نہ ان میں معاذ اللہ کوئی خرابی ہوسکتی ہے ــــ نبی ہر شئے کا علم رکھتا ہے ۔ یہ خالق کا تخلیقی کمال ہیں اور اس کے کمال میں نقص بتانا یہ اپنی بے ہنری بتانا ہے ــــ یہ جہالت کی دلیل ہے ۔ سارے انبیاء کا بادشاہ نبی تھا ہمارا نبیؐ ــــ اب کئی صاحبان بتاتے ہیں کہ جب پہلی وحی آئی اس کے پاس جبرائیلؑ نے آکر وحی سنائی ــــ تو وہ ڈر گیا ۔ جبرائیلؑ کو پہلی دفعہ دیکھا تھا ڈر گیا ــــ ڈرے ہوئے گھر آئے آکر بیوی سے کہا ــــ امّ المومنین کو بتایا ــــ کہ مجھے آج یہ واقعہ پیش آیا ــــ وہ بیچاری اسے اپنے بھائی کے گھر لے گئی ــــ اور اُن کے بھائی کا نام تھا " ورقہ " اُس " ورقہ " نے سارا قصہ سُنا اور کہا کہ " واقعی سچ مچ ہے " کہا کہ " ہاں " کہ پھر تو تم نبیؐ ہو گئے ہو ــــ اچھا تو یہ بات ہے ــــ کہ ــــ ہاں ــــ اب ایک فقرہ کہتا ہوں صاحبانِ ذوق کے لئے کہ ــــ اب بتائیے کہ جو نبی ہو صاحب امّ الکتاب ــــ اُس نبی کو سمجھائے گا کون ــــ ایک ورقہ ۔ اُسے سمجھا رہا ہے ایک ورقہ ــــ اُس کا علم کجا ــــ اُس کا علم کجا ــــ اُس

کی تعلیم کجا ـــــ اُس کی عقل کجا ـــــ جس درجے پر وہ فائز ہوتے ہیں وہاں تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہمارا فہم ان تک پہنچ نہیں سکتا ـــــ وہ انسان بنانے کے لئے آتے ہیں ہم بننے کے لئے آئے ہیں ـــــ انسان کو انسان بنانے کے ان کے پاس مختلف طریقے ہوتے ہیں ـــــ وہ انسان کو انسان بناتے ہیں پاس بٹھا کے ـــــ محبت کر کے ـــــ پیار کر کے ـــــ سمجھا کے ـــــ کہیں دور رے جا کے ـــــ جتنے ذرائع ہو سکتے ہیں سمجھانے کے وہ استعمال کرتے ہیں ـــــ دیکھو اگر تم انسان بننا چاہتے ہو تو اس طرح کرو۔ کہ مجھے تمام کام کرتے ہوئے دیکھتے چلو ـــــ میں جس طرح نماز پڑھتا ہوں مجھے دیکھ کر ویسی ہی پڑھو۔ اب جو دیکھا ہے۔ اس میں سب کچھ آتا ہے نماز پڑھتا کس طرح ـ کھڑا کس طرح ہوتا ہے ـــــ رکوع کس طرح کرتا ہے ـــــ سجدہ کس طرح کرتا ہے۔

دیکھو ـــــ کس کو ـــــ رسول کو ـــــ دن میں پانچ دفعہ دیکھا ـــــ اب اندازہ لگا لو کہ زندگی میں کتنی ہزار دفعہ دیکھا ہوگا۔ کتنی ہزار دفعہ دیکھی ہوئی لاکھوں صحابیوں کی نماز ـــــ آج تک وہ نماز متنازعہ ہے کہ کس طرح پڑھی جائے ـــــ کوئی ہاتھ باندھ کے پڑھتا ہے ـــــ کوئی ہاتھ کھول کے پڑھتا ہے ـــــ اس نماز کو جس کو ہزاروں مرتبہ صحابہ نے دیکھا اس کا پتہ نہیں ہے کہ ہاتھ کھول کر پڑھنی ہے یا باندھ کر پڑھنی ہے۔ ـــــ اگر رسولؐ نے ہاتھ باندھ کر پڑھی تھی تو کھولنا غلط اور اگر ہاتھ کھول کر پڑھی تھی تو ہاتھ باندھنا غلط ـــــ اور یہ فیصلہ نہیں کر سکے مسلمان ـــــ ہاتھ باندھنے والے کو ہاتھ کھولنے والے کہہ رہے ہیں اور ہاتھ کھولنے والے کو ہاتھ باندھنے والے غلط کہہ رہے ہیں ـــــ دونوں نمازی ایک دوسرے ہی کو بُرا کہہ رہے ہیں ـــــ اور جو نہ باندھتے ہیں نہ کھولتے ہیں ـــــ انہیں کوئی پوچھنے والا ہے ہی نہیں ـــــ جو ہزاروں مرتبہ دیکھی ہوئی نماز کا مسلمان فیصلہ نہ کر سکے ـــــ کہ ہاتھ کھول کر پڑھی تھی یا کہ ہاتھ

کھول کر پڑھی تھی ــــ اب بتائیں ایمان سے ــــ کہ جس قوم کو اپنے رسولؐ کے لاکھوں دفعہ دیکھے ہوئے ہاتھ یاد نہیں رہے اُس قوم کو اگر ایک دفعہ کے اُٹھائے ہوئے ہاتھ یاد نہ رہیں تو کون سی بڑی بات ہے ــــ تو اللہ نے ہمارے لئے رسول اس لئے بھیجے کہ اے رسولؐ انہیں انسان بناؤ ــــ انہیں نماز روزہ سکھاؤ ــــ انہیں جینے کا طریقہ سکھاؤ انہیں بسنے کا سلیقہ سکھاؤ بھائی بھائی کے تعلق بتاؤ رشتہ داروں کے حقوق بتاؤ یہاں تک کہ سوا لاکھ تک انبیا بھیجے ــــ صرف سمجھانے کے لئے ــــ ایک لاکھ چوبیس ہزار تک تو کتابوں میں تعداد ملتی ہے ــــ یا اللہ جب انبیا کا سلسلہ ختم ہو گیا ــــ اس کے بعد جو ہم پیدا ہوئے ــــ ہمارا کیا قصور ہے ــــ پہلے لوگوں میں تو سمجھانے والے نبی موجود تھے اور ہم نے کون سا قصور کیا ــــ اب کیا بنے گا ــــ اللہ کہتا ہے کہ میں نے نبوت ختم کی ہے ہدایت تو ختم نہیں کی ــــ نبوت الگ بات ہے ہدایت الگ بات ہے ــــ قبلہ! ہدایت کیسے قائم ہے؟ اب اس بات کی وضاحت کرتا ہوں یہ اپنی بات ہے۔ یہ ہمارے یو۔ پی کی بات ہے۔ یہ ہمارے ہاں طریقہ ہے ــــ کہ ہمارے ہاں ایک درخت ہوتا ہے "آم" اس کثرت سے کہ "عام" بس عام ــــ آم ــــ "عام" تھے اور ہم یو۔ پی والوں کو اتنا پیارا تھا ــــ آم سے کہ یہ جی نہیں چاہتا تھا کہ یہ پھل ہمارے ملک سے باہر نکلے ــــ اسے اپنے علاقے میں محدود رکھنے کے لئے ہم نے اس کی ٹانگیں توڑ کے اُسے لنگڑا کر دیا ــــ مگر اُسے لنگڑا بنا دینے کے باوجود ــــ وہ لاہور میں بک رہا ہے ــــ کراچی میں بک رہا ہے ــــ نامراد تو یہاں کیسے آ گیا ــــ تجھے تو "وہاں" کے لئے چھوڑ آئے تھے ــــ تو صاحبانِ ذوق ــــ جس کا دل "گھر" میں نہ لگے اُسے کون روکے ــــ یہ آم کی بات تھی ــــ بالکل مختصر کرتا ہوں حضورِ والا! ــــ خیر ــــ آم ہوا کرتے تھے ہمارے علاقے میں بعض بڑے اچھے بڑے میٹھے ہوتے تھے اور بعض ذرا ترش ــــ [illegible] ہی

"باغ" کے تھے ـــــ بعض میں تو مٹھاس بہت زیادہ تھی اور کئی بڑے ترش ـــــ حالانکہ وہ "میٹھے" آم کے "دائیں بائیں" اکثر ہوا کرتے تھے مگر تاثیر وہ نہ تھی ـــــ ذرا غور سے سننا اور کوئی بات یاد نہ رہے گی تو یہ آم کی بات یاد رہے گی ـــــ خدا تمہیں سلامت رکھے ـــــ اب آم میں ہر سال میوہ آتا تھا ـــــ کئی سال گزر گئے ـــــ سالہا سال بیت گئے ـــــ اب کیا ہوگیا ـــــ اب "فصل" نہیں ہوگی ـــــ اس کی دلیل کیا ہے ـــــ کہ یہ "بلافصل" ہے ـ جب "فصل" ختم ہوئی تو اب ہوگیا "بلافصل" ـــــ پریشان ہوگئے کہ اتنا قیمتی پھلدار درخت ـــــ فصل آتی نہیں ـــــ اسے کیسے باقی رکھا جائے ـــــ تو مالی نے جاننے والے نے کہا ـــــ کہ اس کا طریقہ میں بتاتا ہوں ـــــ اِسے "بلافصل" ہو جانے دو اسے ختم ہو جانے دو ـــــ ایک آم کا پودا ـــــ اس کی جنس کا پودا ـــــ آم ہی کا پودا ـــــ اُسے گھر میں اُگاؤ ـــــ اور جب تمہارے گھر میں اُگا ہوا پودا ذرا "سیانا" ہو جائے نا! تو اُسے ختم ہونے والے درخت کے نیچے رکھ دو ـــــ اور اُس جیسی آب و ہوا ہی میں اُسے رہنے دو اور اس ختم ہونے والے کی ایک شاخ اس پودے ساتھ پیوند کر دو ـــــ اور اگر پیوند ہو جائے پکا تو شاخ کو کاٹ دو ـــــ کہ پودا اس قلم کو لے کر پھر اپنے گھر چلا جائے ـــــ نیا درخت تیار ہو جائے ـــــ باغِ عالم میں شجرِ نبوت نے ایک لاکھ چوبیس ہزار بہاریں دیکھیں ـــــ اور نبوت کا شجر جب بلافصل جو ہوا ـــــ تو اللہ نے اُسی جنس کا ـــــ جس جنس کی نبوت تھی ـــــ ایک پودا اپنے گھر اُگایا ـــــ پودا اتنا زوردار تھا کہ کعبے میں شگاف آگیا ـــــ اب جو اللہ کے گھر میں اُگا ہوا نبوت کا پودا ـــــ اُسی جنس کا ـــــ اب جو ذرا پَر پُرزے نکلے ـــــ تو اُسے ختم ہونے والے شجرِ نبوت کی آغوش میں دے دیا ـــــ آب و ہوا بھی ویسی ہی مل سکے اور ذرا سنبھل جائے ـــــ اب اس آب و ہوا میں جب ذرا شاداب ہوا ـــــ تو اُس ختم ہونے والے شجرِ نبوت کی ایک ہری بھری شاخ ـــــ کا پیوند لگ گیا ـــــ اور یہ پودا اس شاخ کو لے کر اپنے

میں ہیں رشتہ داروں میں ہیں ـــــ حسینؑ اُٹھے ـــــ بھائیو اب اجازت دینا ـــــ میں خود جاکے ذرا زینبؑ کو سوار کرادوں ـــــ امام آئے ـــــ بہن کو سوار کرایا۔ ایک بازو حسینؑ کے ہاتھ میں ایک بازو علی اکبرؑ کے ہاتھ میں ـــــ عونؑ و محمدؑ نعلین سنبھالے ہوئے ـــــ عباسؑ نے محمل کا پردہ اُٹھایا ـــــ اب جو محمل کے قریب آئیں ـــــ تو فرماتی کیا ہیں ـــــ حسینؑ بھائی میرا بازو چھوڑ دو ـــــ اکبرؑ بیٹے میرا ہاتھ چھوڑ دو ـــــ امامؑ فرماتے ہیں ـــــ بہن کیا بات ہے ـــــ کچھ نہیں ذرا میرے بیٹے زین العابدینؑ کو آواز دو ـــــ زین العابدینؑ آ گئے ـــــ زین العابدین بیٹا زینبؑ کو تم سوار کراؤ ـــــ اور سوار ہوگئیں ـــــ جناب زینبؑ ـــــ اور عبداللہ ابن جعفر طیارؑ محمل کے پاس خاموش کھڑے ہیں ـــــ صرف اتنا کہا کہ "خدا حافظ"

میرے محترم سامعین میں بات کو مختصر کرتا ہوں ـــــ یہ لوگ مکے پہنچے ـــــ اور جب مکے سے حسینؑ روانہ ہوئے ـــــ تو شہر مکہ سے نکل کے یہ قافلہ ایک میل پہنچا ہوگا ـــــ کہ ایک آواز آئی ـــــ حسینؑ ٹھہرو ـــــ اور حسینؑ ٹھہر گئے قافلہ ٹھہر گیا ـــــ گھوڑے کو روک کر حسینؑ نے آواز کی طرف دھیان دیتے ہوئے قافلے میں کہا کہ عباسؑ بھائی دیکھو کس کی آواز ہے ـــــ حضور نے اُدھر دیکھ کے کہا ـــــ غالباً عبداللہ آرہے ہیں ـــــ شوہر حضرت زینبؑ ـــــ مکے سے ـــــ سب لوگ اُتر گئے ـــــ عبداللہ آ گئے ـــــ آئے کس شان سے ـــــ ایک ہاتھ عونؑ کے کندھے پہ اور ایک ہاتھ محمدؑ کے کندھے پہ ـــــ پہنچے ـــــ امامؑ نے فرمایا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی ـــــ میں تو ابھی مل کے آیا تھا ـــــ حسینؑ ایک کام رہ گیا تھا ـــــ ایک بات رہ گئی تھی ـــــ اور عونؑ و محمدؑ سے کہا کہ بچو! مجھے اس ناقے کے قریب لے چلو ـــــ جہاں تمہاری اماں بیٹھی ہے ـــــ عونؑ و محمدؑ لائے ناقہ بٹھایا گیا ـــــ عبداللہ مخاطب ہوئے ـــــ علیؑ کی بیٹی جارہی ہو ـــــ اور زینبؑ جواب

میں کہتی ہیں ــــ ابن عم تیری اجازت نہ ہو تو اتر آؤں ــ میں تو تیری اجازت سے جا رہی ہوں ــــ مگر یاد رکھنا کہ حسینؑ کے بغیر زینبؑ کا جنازہ اُٹھے گا ــــ میں روکتا کب ہوں ــــ میں تو تاکید کرنے آیا ہوں کہ جاؤ تو ضرور مگر زہراؑ کی بیٹی تو جعفر طیار سے رئیس کی بہو ہے اور سفر کا معاملہ ہے ــ ملکِ عراق کا سفر ہے ــ حسینؑ جیسی قیمتی شے تیرے ساتھ ہے ــــ خالی ہاتھ جا رہی ہو ــ اگر کہیں حسینؑ پہ مصیبت بن گئی ــــ اور مصیبت کو ٹالنے کے لئے اگر صدقہ دینا پڑا ــ تو کیا کرو گی تم خالی ہاتھ جا رہی ہو ــ اور عونؑ و محمدؑ کے لئے زینبؑ کے ہاتھ میں دے کے کہا کہ یہ دونوں بچے حاضر ہیں ــــ انہیں بھائی کا صدقہ کر دینا ــــ اپنی طرف سے صدقہ کر دینا ــــ اب زینب نے بیٹوں کو باقی زندگی عون و محمدؑ کہہ کے نہیں پکارا ــــ بھائی کا صدقہ کہہ کے پکارا ــــ

معزز سامعین کرام! ــــ رات کے ایک بجے کا وقت ــــ امام مصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ کہ اتنے میں جناب فضہؑ آئیں فرماتی ہیں حسینؑ ــ بہن نے یاد کیا ہے ــــ حسینؑ آئے ــ کیا دیکھتے ہیں ــ زینبؑ کے ایک طرف عونؑ کھڑے ہیں ــــ ایک طرف محمدؑ کھڑے ہیں ــــ حسینؑ نے آتے ہی کہا ــ زینبؑ سلام ــــ فرماتی ہیں حسینؑ تھوڑی دیر کیلئے مجھے بہن نہ کہنا ــ تجھے میں نے بھائی سمجھ کے اب نہیں بلایا ــــ میری بات سنو ــــ تم ہو حیدرؑ کے بیٹے ــ میں ہوں جعفر طیار کی بہو ــــ آج میں حیدرؑ کے بیٹے سے جعفرؑ کے پوتوں کے لئے شہادت کی بھیک مانگتی ہوں ــــ اور بھائیو قصہ ختم ہوتا ہے ــــ بات ختم کرتا ہوں ــ صبح ہوئی ــــ ایک ایک شہید کی لاش آتی رہی خیمے میں ــــ اور زینب پوچھتی رہی کہ ابھی عونؑ و محمدؑ زندہ ہیں ــــ ابھی عونؑ و محمدؑ کی لاشیں نہیں آئیں ــ بچے گھر میں آگئے اماں سلام ــ ہائیں ابھی تم زندہ ہو ــــ میں تو صبح سے مصلے بچھائے بیٹھی ہوں کہ تمہاری لاشیں آئیں اور میں سرخرو

صاحبان ــــ مختصر سی گفتگو کو پورے غور اور توجہ سے سُنیں تاکہ آپ کو وہ بات یاد رہے جو میں کہنا چاہتا ہوں ــــ میں آج کی یہ گفتگو اس بات سے شروع کرتا ہوں کہ جتنے بھی انبیاء دُنیا میں تشریف لائے ــــ جن کی تعداد کا صحیح اندازہ ابھی تک نہیں ہے ــــ شہرت عام یہ ہے کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ــــ یہ شہرتِ عام ہے ــــ یہ نہیں کہ یہ تعداد طے شُدہ ہے ــــ یہ ایک شہرتِ عام ہے ــــ پھر ان تمام انبیاء میں سے بعض کا ذکر قرآن میں ہے اور اکثر و بیشتر کا تذکرہ نہیں ــــ مگر ایک بات ان سارے انبیاء کے متعلق مشترک طور پر قرآن میں موجود ہے ــــ کہ ان انبیاء نے اپنے تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا مقصد یہ بیان کیا ہے، بزبان قرآن ــــ بزبان خدا ــــ وَمَا علينا اِلّا البلاغ ــــ ہم اس لئے دنیا میں آئے ہیں کہ اے دُنیا والو تمہارے سامنے حق کی، اور حکم خدا کی تبلیغ کریں ــــ یہ بیان کرتے کرتے ــــ کرتے کرتے ــــ جب نبوّت چلتے چلتے خاتم النبیینؐ پر پہنچی ــــ ان سے بھی لوگوں نے پوچھا کیا آپ بھی اسی طرح نبی ہیں جس طرح وہ تھے؟ ــــ آپ بھی تبلیغ ہی کے لئے آئے ہیں؟ جس طرح وہ آئے تھے ــــ تو آپ نے فرمایا نہ ــــ میں تبلیغ کے لئے نہیں آیا ــــ میرا مقصد بلاغ نہیں ہے ــــ بلاغ کے معنی یہ ہیں کہ بالکل سلجھے ہوئے انداز میں کسی بات کو کسی سے کہدیا جائے ــــ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کا ذمہ دار وہ کہنے والا نہیں ہے ــــ اسے تبلیغ کہتے ہیں ــــ سمجھ میں آیا نہ آپ کے ــــ آپ کا کیا مقصد ہے؟ تبلیغ؟ کہ نہ میں تبلیغ کے لئے نہیں آیا ــــ میرے اللہ نے میرے آنے کا مقصد تبلیغ کے علاوہ مقرر کیا ہے ــــ کیا؟ کہ يُعلّمهم الكتاب الحكمة ــــ میرا مقصد تبلیغ نہیں تعلیم ہے۔

تعلیم چیز اور ہے، تبلیغ چیز اور ہے ـــــ میں مبلغ نہیں ہوں میں معلم ہوں ـــــ سمجھ میں آیا یا صاحبان کے؟ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی جا رہی ہے ـــــ ایک یہ بڑا فرق ہے، باقی انبیاء میں اور ہمارے نبیؐ میں کہ وہ سب مبلغ تھے، ہمارا رسولؐ معلم تھا ـــــ سمجھ رہے ہو نا حضور والا ـــــ مبلغ کے لئے کوئی لیے چوڑے علم کی ضرورت نہیں ـــــ مگر معلم کے لئے ـــــ جس چیز کی وہ تعلیم دے رہا ہے اس کی ہر جزئیات تک کی مہارت ضروری ہے ـــــ مبلغ کا کام ہے کہہ دینا ـــــ اور معلم کا کام ہے سمجھا دینا ـــــ دونوں میں لحاظ بڑا مشکل ہے ـــــ اس لئے کہ مبلغ کے سامنے بھی اور معلم کے سامنے بھی جو مجمع آئے گا اس میں ذہین ہوں گے ـــــ کچھ کم ذہن کے ہوں گے ـــــ کوئی کُند ذہن ہوں گے ـــــ کوئی توجہ کرنے والے ہوں گے ـــــ کوئی کھلاڑی ہوں گے ـــــ تو مبلغ نے بات کہہ دی کُند ذہن سن رہے ہیں ـــــ توجہ والے توجہ دے رہے ہیں ـــــ مگر معلم کو اس طرح بات کرنی پڑے گی کہ ہر طبقے کے آدمی کے ذہن میں وہ بات بیٹھ جائے ـــــ گویا اس کا کام ہے سمجھانا ـــــ تو اتنا فرق تو یہ ہو جائیگا مبلغ اور معلم میں کہ مبلغ کہے گا کہ بھائی ذرا جو سمجھ دار ہیں۔ وہ آگے آجائیں اور جو نا سمجھ ہیں وہ پیچھے بیٹھیں ـــــ مگر معلم کا کام ہے سمجھانا ـــــ وہ یہ نہیں کہے گا ـــــ وہ تو یہ کرے گا کہ بھئی وہ جو ذرا نا سمجھ ہیں جن کی سمجھ ذرا کمزور ہے وہ ذرا اور قریب آجائیں ـــــ سمجھے حضور ـــــ یہ بیّن فرق ہے ـــــ مبلغ میں اور معلم میں ـــــ اگر یہ بات آپ لوگوں کے ذہن میں آگئی ہے اور یقیناً آگئی ہو گی ـــــ کہ ہمارے نبیؐ کا کام ہے تعلیم ـــــ اُن کا کام ہے تبلیغ ـــــ میں کئی دفعہ آپ کو یہ بات سمجھا چکا ہوں ـــــ آپ ان باتوں کو سرسری سمجھ کر بھول جاتے ہیں ـــــ نظر انداز کر دیتے ہیں ـــــ مگر یہ بھولنے کی باتیں نہیں ـــــ انہی کے اندر ساری بات ہے ـــــ یہی سارا فلسفہ اور منطق ہیں ـــــ کہ تعلیم کا قاعدہ یہ ہے ـــــ نقطہ قاعدہ

پیر ۔۔۔ یہ ۔۔۔ سو برس کا ہے ۔۔۔ بسم اللہ تم بھی آجاؤ ۔۔۔ یہ صاحب ابھی ابھی پیدا
ہوئے ہیں ۔۔۔ بسم اللہ تم بھی آجاؤ ۔۔۔ عمر کوئی قید نہیں ۔۔۔ جیسا جیسا طالب علم
ہے، آ رہا ہے، اس کے مطابق اسے پڑھایا جائے گا ۔۔۔ تو اس طرح یہ درسگاہ ہے
۔۔۔ خوب سمجھ میں آرہی ہے نا بات صاحبان کے؟ ۔۔۔ یہ کالج ہے ۔۔۔ یہ درسگاہ
ہے ۔۔۔ جس میں مختلف جماعتوں میں مختلف ملکوں اور طبیعتوں کے طلبہ داخل ہیں اور
اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق وہ علم حاصل کر رہے ہیں ۔۔۔ معلّم ذرہ برابر
بھی کوتاہی کسی کے پڑھانے میں نہیں کرتا ۔۔۔ سب پہ یکساں توجہ کرتا ہے۔ یکساں سب
سے سلوک کرتا ہے ۔۔۔ سب سے مہربانی سے پیش آتا ہے ۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ
گھر جاکے اپنے بچوں کو ٹیوشن کے طور پر بھی پڑھا دیتا ہے ۔۔۔ باقی مدرسے میں
سب کے ساتھ یکساں سلوک ہے ۔۔۔ مدرسے میں سب کو یکساں طور پر پڑھاتا ہے
۔۔۔ یہ ہمارا رسولؐ معلّم ہے ۔۔۔ جب معلّم ہے ۔۔۔ درسگاہ ہے ۔۔۔ کالج ہے
۔۔۔ تو اس میں درجات بھی ہیں ۔۔۔ یہ میٹرک ہے ۔۔۔ یہ ایف اے ہے ۔۔۔ یہ
بی اے ہے ۔۔۔ تو اس کے درجات جو ہیں ۔۔۔ وہ جو سلیبس کی کتاب ہے اس
درس گاہ کی ۔۔۔ جہاں نصاب تعلیم اس کا مقرر کیا ہے وہاں اس کے درجات بھی مقرر
کئے ہیں ۔۔۔ پہلی کلاس یہ ہے ۔۔۔ دوسری یہ ہے ۔۔۔ تیسری یہ ہے چوتھی
یہ ہے ۔۔۔ سمجھے ۔۔۔ وہ کلاسیں جہاں مقرر ہوئی ہیں ۔۔۔ وہ آیت میں آپ کو
سنا کر پھر مجلس شروع کرتا ہوں ۔۔۔ اب آپ حضرات نے میری بات پہ غور کر لیا ہے
اچھی طرح سے؟ ہوں ۔۔۔ آگئے نا مدرسے میں آگئے تم؟ امتحان دینا پڑے گا
۔۔۔ یہ نہیں ہوگا کہ چھ مہینے میرا سر کھپاؤ اور امتحان کے وقت بھاگ جاؤ ۔۔۔ یہ نہیں
ہو سکتا ۔۔۔ یہ غلط ہے ۔۔۔ امتحان بھی دینا پڑے گا اگر آگئے تو ۔۔۔ سال بھر بیٹھے
رہے کہ یہ پڑھاؤ اور جب میں امتحان کے لئے لے جاؤں تو بھاگ جاؤ ۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا

—— امتحان بھی دینا پڑے گا —— سمجھے حضور ؟ اور یہ امتحان بڑی نامراد شے ہے —— یہ بچے جو امتحان دیتے ہیں ان سے پوچھو —— بڑی ہی نامراد شے ہے یہ امتحان —— امتحان کے سنٹر سے بڑھ کر کوئی جیل نہیں ہے —— کوئی خطرناک جگہ نہیں جتنا امتحان کا سنٹر خطرناک ہوتا ہے جتنی وہ جیل بُری ہوتی ہے —— امتحان بڑی سخت چیز ہے —— یاد رکھو دوستو —— میری بات کو بھولنا نہیں —— ان باتوں کو یاد رکھنا —— امتحان انسان کا بھی ہوتا ہے —— امتحان حیوانوں کا بھی ہوتا ہے —— درختوں کا بھی ہوتا ہے —— پتھروں کا بھی ہوتا ہے —— آپ زمیندار ہیں —— آپ تو گندم کا امتحان لیتے ہیں —— یہ کس قسم کی ہے ؟ اور یہ کس قسم کی —— تب اسے کاشت کرتے ہیں —— روئی کا، کپاس کا امتحان لے کر —— کون سی ؟ کس قسم کی ہے ؟ تب اسے کاشت کرتے ہیں یا نہیں —— پتھروں کا امتحان بھی ہوتا ہے —— حیوانوں کا بھی —— ضلع سرگودھا میں وہ کیا نام ہے ؟ ڈپو —— کیا نام ہے اس کا ؟ —— مونا ڈپو —— اس میں گھوڑے پلتے ہیں —— فوج کے لئے —— تو ہر سال جو گھوڑے تیار ہوتے ہیں نا —— وہ جاتے ہیں فوج میں —— یہ نہیں کہ جتنے گھوڑے مونا ڈپو میں تیار ہوئے وہ فوج میں چلے گئے سارے —— ایک ماہر آ کے ان کا امتحان لیتا ہے گھوڑوں کا —— بڑے بڑے تیار، تندرست، اعلیٰ درجے کے گھوڑے، بچھڑے سامنے کھڑے ہیں —— اس نے ان میں سے دس چھانٹ لئے —— باقی اَن فِٹ کر دیئے —— وہ تو بڑے خوبصورت، شاندار تھے —— یہ کیوں اَن فٹ کئے تم نے ؟ —— کہ ہمارا معیار ہے امتحان کا ؛ ہم نے انہیں فوج میں لے جانا ہے —— ہم نے ان سے توپیں کھنچوانی ہیں —— تو ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ فوج میں جو گھوڑا لے جاؤ وہ توپ کھینچ کے میدان میں لے جائے —— چاہے گولے برسیں —— چاہے ہوائی جہاز اوپر سے بم باری کریں —— چاہے کچھ ہو —— وہ کہیں توپ لے کے بھاگ نہ جائے

ــــ سینہ سپر ہونا چاہیے اس کو ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری توپ ہی کو لے کر بھاگ جائے نامراد ــــ دوسرے یہ کہ جنگ کے میدان میں ہمیں ہفتوں، مہینوں خندقوں میں رہنا پڑتا ہے ــــ دشمن کو پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں ہیں ــــ وہیں ان گھوڑوں کو ہمارے ساتھ رہنا پڑتا ہے ــــ یہ صفت ہو اس میں کہ اگر کہیں دشمن کے خطرے سے چھپنا پڑے تو کہیں ہنہنانے نہ لگ جائے ــــ ایسے گھوڑے بداصل ہوتے ہیں نامراد ــــ اسی باعث ان کا امتحان ہوتا ہے ــــ تو ہر چیز کا امتحان ہے ــــ رسولؐ کا ایک مکتب ہے ــــ کالج ہے ــــ مدرسہ ہے ــــ حضورؐ معلم ہیں ــــ دنیا ان کی طالب علم ہے ــــ اس کی کلاسیں ہیں ــــ یہ پہلی ہے، یہ دوسری ہے، یہ تیسری ہے ــــ اب یہ اللہ کی توفیق ہے کہ جس کلاس کا کوئی پہلے پاس کرے ــــ ان کلاسوں کی جو ترتیب سلیبس میں ہے وہ یوں ہے ــــ بھائی ــــ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط والعصر ان الانسان لفی خسر ٥ پہلی کلاس ــــ اِنَّ الذین آمنوا، دوسری کلاس ــــ وعملوا الصالحات تیسری کلاس ــــ وتواصوا بالحق، چوتھی کلاس ــــ وتواصوا بالصبر، پانچویں کلاس ــــ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون انسان کس کلاس میں کامیاب ہوتا ہے ــــ کون داخل ہونے والا کس کلاس .... ؟ ان الانسان لفی خسر ــــ ہنسنا نہیں ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ طالب علم تو بڑا پرانا ہو اور خسر سے ہی راضی ہو جائے یہ پہلی کلاس ہے ــــ ان الانسان لفی خسر ــــ بالکل پہلی کلاس ہے ــــ اس میں تم داخل ہوئے آکے ــــ اس میں تم سب نقصان میں ہو ــــ سب گھاٹے میں ہو ــــ یہ گھاٹا کیا ہے انسان کو؟ ــــ نقصان کیا ہے انسان کو؟ اس میں بڑی تفصیلیں ہیں قبلہ ــــ یہ ساری تفصیلات آپ کے سامنے بیان کرنے کے لئے بڑا وقت چاہیئے کہ انسان کہاں کہاں، کس کس طرح نقصان میں ہے ــــ گھاٹے میں رہتا ہے ــــ یہ وہ کلاس ہے جس میں سب شامل ہیں ــــ "لفی خسر" والی ــــ اب اس کلاس کو پاس کیا

کسی نے آگے کلاس آئی ـــــ ان الـذین امنوا ـــــ یہ ہے گویا کچی کلاس ـــــ اب تم امنوا بن گئے ـــــ آمنو کے معنی کیا ہیں؟ تمہارے مزاج میں، تمہاری طبیعتوں میں، تمہارے اخلاق میں، تمہاری عادات میں امن پسندی پیدا ہو ـــــ یہ ہے امن ـــــ آمنو، کوئی ایسی شے نہیں جو آسمان سے برستی ہو ـــــ کوئی لباس نہیں جو آدمی کو پہنا دیا جاتا ہو ـــــ کوئی اور رنگ نہیں جو آدمی پر چڑھا دیا جاتا ہو ـــــ آمنو کا لفظ 'ایمان' سے اور ایمان کا لفظ "امن" سے بنا ہے ـــــ یعنی اب تم میں جھگڑا فساد نہیں رہا ـــــ لڑائی فساد نہیں رہا ـــــ خواہ مخواہ کو الجھنا نہیں رہا ـــــ اب تم امن پسند بن گئے ہو یا نہیں ـــــ سمجھے نا حضور؟ اب امن والی کلاس کا جو معلّم ہو گا وہ خود ایسا ہو کہ اس امن میں اس درجے پہ پہنچ چکا ہو کہ امن قائم رکھنے کے لئے باوجود طاقت کے دنیا بھڑکاتی ہے ـ کچھ بھی کہتی رہے، مگر وہ امن کی خاطر اپنے حقوق کو چھوڑ کر خاموش بیٹھ جائے ـــــ ایسا امن پسند، کُل ایمان کہلا کر امنو کا مصداق بن جاتا ہے ـــــ ایسا ہی معلّم دوسروں کو امن سکھا سکتا ہے ـــــ تم آمنو کلاس پاس کر چکے ـــــ اس لئے تمہارا نام آج سے ہوگا ـــــ امیرالمومنین ـــــ یہ مومنین کی کلاس تمہیں مبارک ہو ـــــ امیر تو چھوٹی سی چیز ہے، یہ اور بلند ہوگا ـــــ یہ نہیں کہ امیرالمومنین پہ جا کے بات ختم ہو گئی ـــــ سمجھے حضور ـــــ اب تم آمنو کلاس کو پڑھانا ـــــ تم ہو امیرالمومنین ـــــ اس کے بعد کیا ہوگا ـــــ اس کے بعد ہے ـــــ عمل الصالحات ـــــ محض پُرامن بن کے بیٹھ جانا ہی کافی نہیں ـــــ آرام سے بیٹھے ہیں ـــــ کہہ دیا کہ امن ہے ـــــ گھر بیٹھے ہیں بڑے حوصلے سے ـــــ کیا ہے؟ کہ امن ہے ـــــ یہ امن نہیں ـــــ سمجھ میں آیا نہ آپ کے ـــــ کسی کے گھر میں آگ لگ رہی ہے ـــــ اندر بیٹھے ہیں ـــــ ہم تو نہیں جاتے ـــــ کہ کیا ہے؟ ـــــ جی امن ہے ـــــ گھر دوسرے کا جلے، تم آرام سے بیٹھو، اس کا نام امن رکھو ـــــ یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی حماقت اور

سب سے بڑی ذلالت ـــــ اپنا گھر جل رہا ہو اور ہائے نہ کرے آدمی یہ اور بات ہے۔ گھر کسی کا جلے، صبر ہم کریں ـــ کہا ہے جی؛ امن ہے ـــ یہ بات دنیا کی سب سے بڑی ذلالت ہے ـــ سمجھے ناحضور والا ـــ تو امن یہی نہیں ہے کہ جی آرام سے بیٹھے ہیں کیا ہے جی؟ امن ہے ـــ غلط ہے ـــ اسے امن نہیں کہتے ـــ توجہ ہے ناحضورِ والا ـــ اسے امن نہیں کہتے ـــ امن کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ عمل الصالحاتؔ بھی ہوں۔ تم ہاتھ پاؤں توڑ کے نہ بیٹھ جانا بلکہ جو نیک کام ہیں وہ بھی کرتے رہنا ـــــ اب یہ جو نیک کام کا لفظ ہے نا ـــ یہ بڑا مشکل لفظ ہے ـــ حضور ـــ ہر آدمی کے مزاج کے مطابق نیک کام کا معیار الگ الگ ہوتا ہے ـــ نیک کام ہر ایک کے نزدیک الگ الگ ہے ـــ ایک کام ایک کیلئے نیک اور عبادت ہے وہی کام دوسرے کے لئے بد اور بدعت ہے ـــ نیک کا معیار الگ الگ ہے ـــ سمجھے نہ ـــ کوئی کسی بات کو نیک سمجھتا ہے، کوئی کسی بات کو، ـــ کلاس کے لڑکے بیٹھے ہیں ـــ ایک نے کہا چل یار دوڑیں ـــ سیر تفریح کرلیں ـــ اس کے نزدیک بہت کمال ہے یہ کہ کلاس سے بھاگ کے کھیلا جائے ـــ کھیل رہے ہیں ـــ کسی کے نزدیک یہ نیکی ہے۔ وہ بیٹھ کے پڑھ رہے ہیں ـــ اپنی اپنی بات ہے ـــ اصل میں نیکی کا معیار ـــــ اگر ہم اپنی عقل سے فیصلہ کرنا شروع کردیں تو پھر نیکی ایسا عجوبہ بن جائے کہ دنیا میں کہیں اس کا وجود نہ پایا جائے ـــ ہر ایک الگ الگ شئے کو نیکی سمجھے گا ـــ کوئی کسی بات کو، کوئی کسی بات کو ـــ ایک مصیبت بن جائے گی یا نہیں ـــ لہٰذا ضروری ہے کہ نیکی کے کام کو طے کرنے کے لئے کہ عمل الصالحات کیا شئے ہے ـــ یہ طے کرنے کے لئے معلّم ہی کی طرف رجوع کیا جائے ـــ جناب آپ فیصلہ کریں کہ یہ ـــ اس کا معیار کیا ہے ـــ ہمارے کرنے سے نہیں ـــ ہم تو اپنے اپنے مزاج کے مطابق صالحات بنائیں گے ـــ آپ بتائیں کہ عمل صالح کیا ہے؛ تاکہ ہم ایمان کے بعد وہ عمل صالح کریں ـــــ

اور چونکہ آپ معلّم ہیں ــــ لہٰذا جو عمل صالح آپ ہمیں بتائیں ــــ وہ محض بتائیں ہی نہیں ــــ اس لئے کہ آپ مبلغ نہیں ہیں ــــ وہ کرکے دکھائیں ــــ آپ نرے مبلّغ ہی نہیں جو صرف بتائیں ــــ آپ معلّم ہیں ــــ عمل صالح ہمیں کرکے دکھائیں ــــ اس نے کہا اچھا ــــ ٹھہرو ــــ آؤ ــــ تمہیں کرکے دکھاتا ہوں ــــ تم دیکھتے رہنا ــــ چونکہ یہ عمل کا معاملہ ہے، یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ــــ قول کا معاملہ سننے سے تعلق رکھتا ہے جو میں کہوں اسے سُن لو اور جو عمل ہے اسے دیکھو ــــ سمجھے ــــ تمہیں دیکھنا پڑے گا ــــ اب میں تمہیں عمل صالح دکھاتا ہوں ــــ دیکھو ــــ اسے ــــ یہ ہے عمل صالح ــــ دیکھو اِسے ــــ نماز سُن کے نہ پڑھنا ــــ میں نے کہدیا نماز پڑھو ــــ تم نے پڑھ لی نا؟ صلوا كما رأيتموني ــــ دیکھو مجھے میں کس طرح نماز پڑھتا ہوں ــــ دیکھو ــــ آؤ دیکھو ــــ نماز عمل صالح جب بنے گی، جب مجھے دیکھ دیکھ کر میرے طریقے سے نماز پڑھو گے ــــ دیکھتے رہو اچھی طرح ــــ دیکھ رہے ہو ــــ ہیں؟ دیکھ رہے ہونا؟؟ دیکھو کہاں نماز ٹوٹتی ہے ــــ کہاں نماز مکمل ہوتی ہے ــــ دیکھتے رہو ــــ اگر نماز پڑھتے ہوئے ایک آدمی نے گھڑی کو چابی دینا شروع کردی ــــ ٹوٹ گئی ــــ یہ زائد عمل ہے ــــ اس سے غلط ہو جائے گا ــــ نماز پڑھتے پڑھتے کسی روتے ہوئے بچے کے سر پہ ہاتھ پھیر دیا ــــ نماز ٹوٹ گئی نا؟ یہ غلط ہے ــــ ایسا نہیں ہوسکتا ــــ پھر اگر ان افعال سے نماز ٹوٹتی ہے، کسی معلّم نے بتایا ہے ــــ تو یہ دیکھتے رہو کہ کہاں نہیں ٹوٹتی ــــ اگر بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دو تو ٹوٹ گئی ــــ اور بچے کو گھنٹہ بھر کمر پہ بٹھائے رکھو تو نہیں ٹوٹتی ــــ یہ معلّم بتاتا ہے ــــ ہمارے کانٹے کا ــــ سمجھے ــــ تمہارے فیصلے سے نہیں ہوگا ــــ یہ معلّم بتائے گا کہ عمل صالحات ہیں کیا شے؟ کہاں نماز میں نقص آتا ہے کہاں نماز پوری ہوتی ہے ــــ یہ معلم سمجھاتا ہے ــــ سمجھے ــــ کسی سے عداوت نہ کرو ــــ کسی سے جھگڑا نہ کرو ــــ تمہیں کوئی حق نہیں کسی کو بُرا یا بھلا کہنے کا ــــ

معلم کو دیکھو جا کے وہ کیا کہتا ہے ــــ وہ کہتا ہے نماز پڑھو ــــ اور نماز کی مقبولیت کے لئے درود شریف پڑھو ــــ پڑھونا درود شریف ــــ اللّٰھم صلِ علیٰ محمدؐ وآلِ محمدؐ والاصحابِ محمدؐ ــــ یہی درود شریف ہے ــــ کیا نماز میں یہی درود شریف پڑھو گے ــــ نہ وہاں تو نہیں پڑھنا ــــ کیوں؟ ــــ کہ نماز نہیں ہو گی ــــ کہ وہاں کتنی پڑھنی ہے ــــ کہ بس آلِ محمدؐ تک ــــ اور نماز کے بعد ــــ پھر اصحابِ محمدؐ اور نماز میں اگر اصحابِ محمدؐ کہہ دو تو نماز نہیں ہو گی ــــ اور اگر آلِ محمدؐ نہ کہو تو نماز نہیں ہونے کی ــــ یہ عملِ صالح بتایا ــــ کہ دیکھو ہم کسی کو برا نہیں کہتے مگر آل اور اصحاب میں یہ فرق ہے کہ آل کا نام نہ لینے سے نماز غلط اور اصحاب کا نام لینے سے نماز غلط ــــ اگر وہاں اصحاب کہہ دو تو نماز غلط ــــ آل نہ کہو تو نماز ہو گی ــــ نہیں ــــ یہ عملِ صالح ہے جو ہمیں بتایا ــــ دیکھو ادھر آؤ ــــ جس طرح میں عمل کر دوں اسی طرح عمل صالح بنتے ہیں ــــ تمہارے لئے یہ قانون ہے اللہ کا ــــ کیا؟ لاطرفعو اصواتکم فوق صوت النبی ــــ یاد رکھو مسلمانوں، اتنے ادب سے رہنا رسولؐ کے سامنے کہ تمہاری آواز رسولؐ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے ــــ جس آواز سے بول رہا ہے ــــ اگر تم بولو تو اس کی آواز سے کم آواز میں بولنا ــــ خبردار اس کی آواز سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے ــــ رسولؐ کے ساتھ تمہارا برتاؤ ــــ قد جھر بعضکم بعضاً ــــ نہ ہو ــــ جس طرح تم آپس میں ملتے ہو اس طرح نہ ملنا کہ گلے مل رہے ہیں ــــ ہاتھ ملا رہے ہیں ــــ نہ ــــ اس کا فرق رکھنا ــــ رسولؐ کا یہ ہے تمہارے لئے، مسلمانوں کے لئے حکم ــــ کہ اگر تم رسولؐ کو سامنے آتا دیکھو تو چاہے تم نماز ہی کیوں نہ پڑھ رہے ہو ــــ یہ حکم ہے ــــ نماز پڑھ رہے ہو اور رسولؐ نے آواز دی ــــ ادھر آؤ ــــ فوراً ــــ اگر تم نے نماز کی وجہ سے اس کی تعمیل نہ کی تو مر گئے، کفر ہے ــــ فوراً ــــ رسولؐ کے جواب میں ــــ یہ ہمیں حکم ہے ــــ سمجھے حضور ــــ

یہ عمل صالح ہے ہمارے لئے ـــــ یہ ہمارا عمل صالح ہے ـــــ مگر ہم رسولؐ کا عمل صالح کیا دیکھ رہے ہیں ـــــ کہ ہم تو آواز اونچی نہیں کر سکتے ـــــ اس کے بلانے پہ نہ بولیں تو کفر ہو جائے اس کے آگے چل پڑیں تو کفر ہو جائے ـــــ اس کے سامنے بے ادبی سے بیٹھیں کفر ہو جائے ـــــ اس کے گھر میں جھانکنا مت ـــــ خبردار ـــــ کفر ہو جائے گا ـــــ اگر وہ تمہیں کھانے پہ بلائے اس کے برتنوں کو نہ دیکھنا کہ یہ کس چیز کا ہے ـــــ یہ کس چیز کا ہے نہ دیکھنا ـــــ کفر ہو جائے گا ـــــ جس فرش پہ وہ بیٹھا ہے ـــــ اس پہ بیچ کے ادب سے بیٹھو ورنہ کفر ہو جائے گا ـــــ یہی ہوا تھا نا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ـــــ ام المومنین رسولؐ کی زوجہ محترمہ ـــــ حضرت ابوسفیان کی بیٹی ـــــ امیر معاویہ کی حقیقی بہن ـــــ یزید کی سگی پھوپھی ـــــ جناب ام حبیبہؓ رسولؐ کی حرم محترم تھیں ـــــ رسولؐ کی بیوی تھیں اُم حبیبہؓ ـــــ سمجھ گئے ہو نا حضور ـــــ وہ جو رسولؐ کے گھر میں تھیں جناب ام حبیبہؓ ـــــ ان کے باپ ابوسفیان اپنی بیٹی سے ملنے آئے رسولؐ کے گھر ـــــ آئے ـــــ بیٹی نے سلام کیا ـــــ کھڑے ہو کے تعظیم کی ـــــ باپ تھے ـــــ جب بیٹھنے لگے تو کہا ابا ذرا ٹھہرنا ـــــ اب جو دری بچھی تھی ، لپیٹ لی ـــــ بسم اللہ ابا تشریف رکھو ـــــ زمین پہ ـــــ تو ابوسفیان نے بڑے رُعب سے کہا ـــــ اُم حبیبہ جانتی ہو میں کون ہوں ـــــ میں عرب کا بے تاج بادشاہ ہوں ـــــ میں لاکھوں فوجیں اکٹھی کراتا ہوں محمدؐ کے مقابلہ میں ـــــ عرب میں میری دھاک بیٹھی ہوئی ہے ـــــ تو مجھے اس پھٹی ہوئی دری پہ نہیں بیٹھنے دیتی ـــــ اُم حبیبہؓ نے کہا ـــــ یہ رسولؐ کے بیٹھنے کی ہے ـــــ تم چاہے کچھ بھی سہی نہیں بیٹھ سکتے ـــــ آج مسلمانوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور وجد آتے ہیں ـــــ لوگوں کو ـــــ کہ واہ اُم حبیبہؓ کیا کہنے تیرے ـــــ ام المومنین ہو تو ایسی ہو ـــــ کہ نہیں بیٹھنے دیا۔ باپ کو رسولؐ کی جگہ پہ ـــــ ام المومنین ہو تو ایسی ہو ـــــ جو رسولؐ کی جگہ باپ کو نہ بیٹھنے دے ـــــ ام المومنین کی یہ شان ہے ـــــ یہ اس کا احترام کہو ـــــ یہ عمل صالح ہے

گھر سے باہر ایک قدم بھی رکھ دیتی تو آج یہ بات مشہور رہوتی کہ جناب عورتوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ باوجود سمجھانے کے گھر سے نکل آتی ہیں، اسی لئے زینبؑ نکل آئی ——— نہ بالکل نہیں ——— اکبرؑ، شہید ہو یا عونؑ و محمدؑ ——— چاہے حسینؑ خود کیوں نہ شہید ہوں ——— کہہ چکے ہیں، گھر سے باہر نہیں آنا ——— بس نہیں آنا زینبؑ تو شریکِ عمل ہے امام زین العابدین علیہ السلام کی ——— سمجھے حضور ——— جس وقت حسینؑ اپنا کام ختم کر چکے تو اس نے آکر جگایا ہے امام زین العابدینؑ کو ——— بیٹا اُٹھو ——— تم غور نہیں کرتے ——— قُم یا بُنَیّا ——— بیٹا اٹھو ——— پتہ نہیں کتنی دفعہ پکارا ہے بیٹا بیٹا کہہ کے ——— بیٹا اٹھو ——— امامؑ نے آنکھ نہیں کھولی بیٹا کہہ کے پکارتی رہیں ——— سمجھ گئیں ——— ایک دم جوش میں آکے کہتی ہیں ——— قُم یا امامِ زمانِنا ——— میرے زمانے کے علیؑ اٹھ میری مدد کر ——— اے امام زمانہ اُٹھ ——— اب بیٹا نہیں کہا ——— اب امامؑ کہا ——— امام کہہ کے جو پکارا فوراً اٹھ کے بیٹھ گئے ——— اب یہ ذمہ داری ہے ——— کہ "اماں کیا کہہ رہی ہو؟ ——— کہ بیٹا تو اس وقت زمانے کا امام ہے" ——— اس فقرے سے ہی سمجھ گئے کہ کیا ہو گیا ——— بیٹھ گئے اُٹھ کے ——— ذرا خیال نہیں کہ بیماری ہے یا تکلیف ہے ——— اُٹھ کے بیٹھ گئے ——— "اچھا اماں! میں امام ہوں؟" کہ ہاں بیٹا تو امامؑ ہے امامِ زمانؑ ہے اور میں تیری پھوپھی زینبؑ ہوں ——— اماں میں نے پہچان لیا ——— کہ بیٹا تو تو مجھے پہچانتا ہی ہے ——— ضرورت تو مجھے ہے تجھے پہچاننے کی ——— ورنہ میں جاہلیت کی موت مر جاؤں گی ——— بیٹا اگر تجھے نہ پہچانا ——— تجھے ضرور پہچاننا ہے ——— تو زمانے کا امام ہے ——— اماں تم سے بہتر معرفتِ امام کسی کو نہیں بیٹا یہ تو بات ہو چکی ——— اب میں تجھ سے بحیثیت امامؑ کے یہ حکم لینا چاہتی ہوں کہ جن خیموں سے حسینؑ کہہ گئے تھے باہر نہ آنا وہ سب جل گئے ——— جن خیموں سے باہر نہ

اُنے کو حسینؑ نے منع کیا تھا وہ خیمے کچھ جل گئے کچھ جل رہے ہیں ـــ اب میرے ساتھ یتیم بچے ہیں ـــ بیوہ عورتیں ہیں اور بیٹا یہ بھی سُن لے کہ میں بڑی شرمندہ ہو رہی ہوں ان عورتوں سے ـــ کسی کا شوہر مر گیا ہے ـــ کسی کا بھائی مر گیا ہے ۔ یہ غیر خاندانوں کی ہیں میں ان سے شرمندہ ہوں ـــ ہماری حمایت میں یہ سب تباہ ہو گئیں ـــ میں ان میں سے ایک ایک کو سمجھا رہی ہوں ـــ بی بیو، تمہارا بڑا احسان ہے ـــ اور بیٹا سب سے زیادہ شرم مجھے اپنی بھر جائیوں سے آتی ہے ـــ بڑے بڑے گھرانے کی خواتین ہیں ـــ ہمارے گھر میں ان کی شادیاں ہوئی تھیں ـــ میں ان کے سامنے بڑی شرمندہ ہو رہی ہوں ـــ وہ کیا سوچتی ہوں گی کہ فاطمہؑ کی بہو بن کے یہی حال ہونا تھا ـــ بیٹا میں بڑی مشکل میں پھنس گئی ہوں تو زمانے کا امام ہے ـــ مشکل کشا ہے ـــ میں تجھ سے حکم لینا چاہتی ہوں ـــ دل میرا بڑا گھبرا گیا ہے ـــ آخر خاتون ہوں ـــ میرا دل بڑا گھبرا گیا ہے ـــ تو امام زمانہ ہے ـــ حکم دے کہ ان سب عورتوں، بچوں کو ساتھ لے کر تیرے حکم کی دیر ہے ان ہی خیموں میں جل کے مر جاؤں ـــ میں ذرا دریغ نہیں کرونگی اس بات سے ـــ حکم دے جل کے مر جاؤں ؟ کیا کروں بتا ؛ میں آپ کو کیا بتاؤں اس وقت امام زین العابدینؑ پہ کیا گذر گئی ـــ اس کا اندازہ دنیا کا کوئی انسان کر سکتا ہی نہیں، جب آپ نے پھوپھی کو حکم دیا ہے ـــ علیکُنّا بالصحرا ـــ اماں بحیثیت امام میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان سب کو لے کے خیموں سے باہر آ جاؤ ـــ کوئی بچہ جل نہ جائے ـــ باہر نکل جاؤ ـــ اس حکم کے دیتے وقت جو گذری ہے امام زین العابدینؑ پہ اس کا اندازہ کوئی کر سکتا ہی نہیں ـــ کہ کیا گذری اس وقت ـــ اور نکل گئے ـــ اور میرے محترم سامعین یہ سب ہماری باتیں ہیں، ہم جو آپ سے کہہ دیتے ہیں کہ انہیں جلا ہو خیمہ کسی نے دے دیا تھا ـــ یہ غلط ہے ـــ جھوٹ ہے ـــ اُن کے خیمے کا ایک ایک

رہ جل گیا تھا ـــــ ـــــ جب نکل گئیں تا باہر ـــ جب باہر آگئیں ـــ
آ کے ریت کے ٹیلوں پہ بیٹھ گئیں ـــ اب ان کے سامنے کیا تھا ـــ ان مستورات
کے ایک طرف جلے ہوئے خیموں کی راکھ اور ایک طرف بے سر کے لاشے ـــ کبھی ادھر
دیکھ رہی تھیں، کبھی اُدھر دیکھ رہی تھیں اور اٹھارہ بھائیوں کی بہن بیٹھی ہوئی یہ سوچ رہی
تھی کہ کیا ہوگیا ـــ کیا ہوگیا؟ یہ سوچ رہی تھی اٹھارہ بھائیوں کی بہن اور رات ہوگئی
ـــ اور آپ یقین فرمائیں کہ وہ بچے جو شب عاشور ساری رات روتے رہے ـــ آج
نہیں روتے، ایک بچہ نہیں روتا ـــ سب ماؤں کی گود میں چھپ ـــ یا دن کے
حادثہ سے سہم گئے ـــ اتنے ڈر گئے بچے کہ سہمے ہوئے تھے ـــ یا اس لئے نہیں
روتے کہ ہم رو کے کیا کر سکتے ہیں ـــ کون مدد کو آئے گا؟ کسے پکاریں ہم ـــ
سب بچے سہمے ہوئے ہیں ـــ بالکل سہمے ہوئے ہیں ـــ اب ٹیلوں کی آڑ میں جو
مستورات بیٹھی ہیں ـــ چار کسی ٹیلے کی آڑ میں، دس کسی ٹیلے کی آڑ میں ـــ جہاں
جہاں کسی کو جگہ ملی گئی وہ بیٹھتی گئی بے چاری ـــ سُن رہے ہو نا بھئی ـــ اور جب
رات ہوگئی تو امام زمانہ اپنی جگہ سے اُٹھے ـــ حضرت امام زین العابدینؑ ـــ
ایک ایک ٹیلے کے قریب گئے جہاں دو خواتین بیٹھی تھیں ـــ پوچھا جا کے کہ کون ہے؟
کہ فلاں صحابی کی بیوہ ہے ـــ فلاں شہید ہونے والے کی بہن ہے ـــ فلاں شہید
ہونے والے کی ماں ہے ـــ اس کے قریب کھڑے ہو کے کہتے ـــ بہن تیرے مرنے
والے کا بڑا افسوس ہے ـــ میں تیرا احسان مند ہوں ـــ میں تیرا شکرگذار ہوں ـــ
اور جب ایک ایک بی بی کو امامؑ نے پُرسہ دے دیا تو یہ سب اکٹھی ہوگئیں امامؑ کے دربار میں
اور سب نے یک وقت، یک زبان ہو کے کہا ـــ اسی کو بین کہتے ہیں جو مل کر گریہ
کیا جائے ـــ تو سب نے یک زبان ہو کے کہا کہ ـــ زین العابدینؑ ـــ تیرے
بھرے گھر کے اجڑ جانے کا بڑا افسوس ہے ـــ تو آپ نے دُعا مانگی ـــ

اُن سب کا شکریہ ادا کیا ــــــ اور سجدے میں سر رکھدیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کی آواز
کربلا کی فضا میں گونجی اور صبح تک گونجتی رہی ــــــ جب صبحِ صادق طلوع ہوئی تو فوجِ یزید
خود اس بات کی گواہ ہے کہ ہم سب نے اپنے کان سے سُنا کہ کوئی غیبی آواز آرہی تھی ــــــ
ارفعَ راسکَ انتَ سید الساجدین ــــــ اس عالم میں سجدہ کرنے والے تو سارے
سجدہ کرنے والوں کا بادشاہ ہے ــــــ بس اب تو سر اُٹھالے ــــــ سمجھے ــــــ اور یہ
بات اور آپ کو بتا تا چلوں کہ رات کے دس بجے جب پُرسہ داری ہو چکی ــــــ بچے سہمے
ہوئے بیٹھے تھے، امام نے فرمایا اماں ــــــ اب ان بچوں کے لئے خوراک کا بندوبست بھی
ہونا چاہیئے ــــــ کوئی کھانے پینے کی چیز ــــــ سمجھے حضور ــــــ حضورؐ نے کہا ــــــ
بی بی نے دیکھا ــــــ اپنے ہی جلے ہوئے خیموں میں ایک مشک بچ گئی تھی ــــــ بی بی خود
وہ مشک لے کر فرات پہ گئیں اور وہاں سے وہ مشک بھر کے لائیں ــــــ اور جب مشک لا
رہی تھیں بھر کے تو کہہ رہی تھیں ــــــ عباسؑ یہ نہ کہنا ــــــ تم سب نے مل کر جو کام کیئے ہیں
وہ سب میں کر رہی ہوں ــــــ میں اب پانی لے جا رہی ہوں ــــــ ان ننھے بچوں کیلئے
لے کے آئیں ــــــ ان بچوں نے پانی پیا ــــــ اس وقت سے امام زین العابدینؑ کی
زندگی اور زینبؑ کی زندگی شروع ہوگئی ــــــ ان دونوں کا تذکرہ جب تک ساتھ
ساتھ نہ ہو ــــــ جب تک ذکر مکمل ہوتا ہی نہیں ــــــ انشاء اللہ العزیز، بشرط خیریت بفضل
زندگی، اگر میں زندہ رہا تو آپ کو ان دونوں کا مفصل ذکر سناؤنگا ــــــ اور اس
تذکرے کا انعام میں نے انہی سے لینا ہے ــــــ امام زین العابدینؑ سے ــــــ ان سے انعام
لینا ہے ــــــ اور آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ میری ان سے سفارش کر دیں ــــــ آپ سادات
ہیں ــــــ مومنین ہیں ــــــ مولا زین العابدینؑ چالیس سال ہو گئے تیرے دروازے
پہ صدا لگاتے ہوئے کوئی اور دروازہ نہیں دیکھا تیرے دروازہ کے بغیر ــــــ دُنیا تو گذر
گئی ہے اور گذر جائے گی ــــــ عاقبت میں تو ہی سہارا ہے اور انجام تمہارے

ہے یہ تم دونوں بہن بھتیجوں کے ہاتھ ہے میں نے پنجاب، بلکہ مغربی پاکستان کے گاؤں گاؤں میں زینبؑ کا ذکر پہنچا دیا ہے لوگ زینبؑ سے آشنا نہیں تھے لوگوں کو زینبؑ کا پتہ نہیں تھا آج لوگوں کو پتہ چل گیا کہ زینبؑ کے ذکر کے بغیر یہ ذکر نامکمل ہے باقی انشاء اللہ کل بشرط زندگی آج اتنی ہی بات اللہ تمہیں سلامت رکھے تمہیں اس ذکر کی برکات سے نوازے

بحق محمدؐ وآل محمدؐ آمین

—— ۲ر اپریل ۱۹۷۰ء کوٹ کرم شاہ (بہیر محل) ——

★

— سینہ سپر ہونا چاہیے اس کو — کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری توپ ہی کو لے کر بھاگ جائے نامراد — دوسرے یہ کہ جنگ کے میدان میں ہمیں ہفتوں، مہینوں خندقوں میں رہنا پڑتا ہے — دشمن کو پتہ نہ چلے کہ ہم کہاں ہیں — وہیں ان گھوڑوں کو ہمارے ساتھ رہنا پڑتا ہے — یہ صفت ہو اس میں کہ اگر کہیں دشمن کے خطرے سے چھپنا پڑے تو کہیں ہنہنانے نہ لگ جائے — ایسے گھوڑے بداصل ہوتے ہیں نامراد — اسی بات ان کا امتحان ہوتا ہے — تو ہر چیز کا امتحان ہے — رسولؐ کا ایک مکتب ہے — کالج ہے — مدرسہ ہے — حضورؐ معلم ہیں — دنیا ان کی طالب علم ہے — اس کی کلاسیں ہیں — یہ پہلی ہے، یہ دوسری ہے، یہ تیسری ہے — اب یہ ان کی توفیق ہے کہ جس کلاس کا کوئی پہلے پاس کرے — ان کلاسوں کی جو ترتیب سلیبس میں ہے وہ یوں ہے — بھائی — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط والعصر ان الانسان لفی خسر ہ پہلی کلاس — ان الذین آمنوا، دوسری کلاس — وعملوا الصالحات تیسری کلاس — وتواصوا بالحق، چوتھی کلاس — وتواصوا بالصبر، پانچویں کلاس — اب دیکھنا یہ ہے کہ کون انسان کس کلاس میں کامیاب ہوتا ہے — کون داخل ہونے والا کس کلاس ....؟ ان الانسان لفی خسر — ہنسنا نہیں — کہیں ایسا نہ ہو کہ طالب علم تو بڑا پرانا ہو اور خسر سے ہی راضی ہو جائے یہ پہلی کلاس ہے — ان الانسان لفی خسر — بالکل پہلی کلاس ہے — اس میں تم داخل ہوئے آ کے — اس میں تم سب نقصان میں ہو — سب گھاٹے میں ہو — یہ گھاٹا کیا ہے انسان کو؟ — نقصان کیا ہے انسان کو؟ اس میں بڑی تفصیلیں ہیں فیصلہ — یہ ساری تفصیلات آپ کے سامنے بیان کرنے کے لئے بڑا وقت چاہیئے کہ انسان کہاں کہاں، کس کس طرح نقصان میں ہے — گھاٹے میں رہتا ہے — یہ وہ کلاس ہے جس میں سب شامل ہیں — "لفی خسر" والی — اب اس کلاس کو پاس کیا

ـــــ امتحان بھی دینا پڑے گا ـــــ سمجھے حضور ؛ اور یہ امتحان بڑی نامراد شے ہے ۔
ـــــ یہ بچے جو امتحان دیتے ہیں ان سے پوچھو ـــــ بڑی ہی نامراد شے ہے یہ امتحان
ـــــ امتحان کے سنٹر سے بڑھ کر کوئی جیل نہیں ہے ـــــ کوئی خطرناک جگہ نہیں
جتنا امتحان کا سنٹر خطرناک ہوتا ہے جتنی وہ جیل بُری ہوتی ہے ـــــ امتحان بڑی سخت
چیز ہے ـــــ یاد رکھو دوستو ـــــ میری بات کو بھولنا نہیں ـــــ ان باتوں کو یاد رکھنا
ـــــ امتحان انسان کا بھی ہوتا ہے ـــــ امتحان حیوانوں کا بھی ہوتا ہے ـــــ درختوں کا بھی
ہوتا ہے ـــــ پتھروں کا بھی ہوتا ہے ـــــ آپ زمیندار ہیں ـــــ آپ تو گندم کا
امتحان لیتے ہیں ـــــ یہ کس قسم کی ہے ؛ اور یہ کس قسم کی ـــــ تب اسے کاشت کرتے
ہیں ـــــ روئی کا ، کپاس کا امتحان لے کر ـــــ کون سی ؛ کس قسم کی ہے ؛ تب اسے
کاشت کرتے ہیں یا نہیں ـــــ پتھروں کا امتحان بھی ہوتا ہے ـــــ حیوانوں کا بھی ـــــ
ضلع سرگودھا میں وہ کیا نام ہے ؛ ڈپو ـــــ کیا نام ہے اس کا ؛ ؛ ـــــ مونا ڈپو ـــــ
اس میں گھوڑے پلتے ہیں ـــــ فوج کے لئے ـــــ تو ہر سال جو گھوڑے تیار ہوتے
ہیں نا ـــــ وہ جاتے ہیں فوج میں ـــــ یہ نہیں کہ جتنے گھوڑے مونا ڈپو میں تیار ہوئے
وہ فوج میں چلے گئے سارے ـــــ ایک ماہر آکے ان کا امتحان لیتا ہے گھوڑوں کا
ـــــ بڑے بڑے تیار ، تندرست ، اعلیٰ درجے کے گھوڑے ، بچھڑے سامنے کھڑے
ہیں ـــــ اس نے ان میں سے دس چھانٹ لئے ـــــ باقی اَن فِٹ کر دیئے ـــــ
وہ تو بڑے خوبصورت ، شاندار تھے ـــــ یہ کیوں اَن فٹ کئے تم نے ؛ ـــــ کہ
ہمارا معیار ہے امتحان کا ؛ ہم نے انہیں فوج میں لے جانا ہے ـــــ ہم نے ان سے
توپیں کھنچوانی ہیں ـــــ تو ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ فوج میں جو گھوڑا لے جاؤ وہ توپ
کھینچ کے میدان میں لے جائے ـــــ چاہے گولے برسیں ـــــ چاہے ہوائی جہاز
اوپر سے بم باری کریں ـــــ چاہے کچھ ہو ـــــ وہ کہیں توپ لے کے بھاگ نہ جائے